عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ

ختم نبوة

انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ ۔ شمارہ نمبر: ۲۷
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

کُل مسلمان یعنی کُل اسلام

اے ایمان والو! (پورے) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ

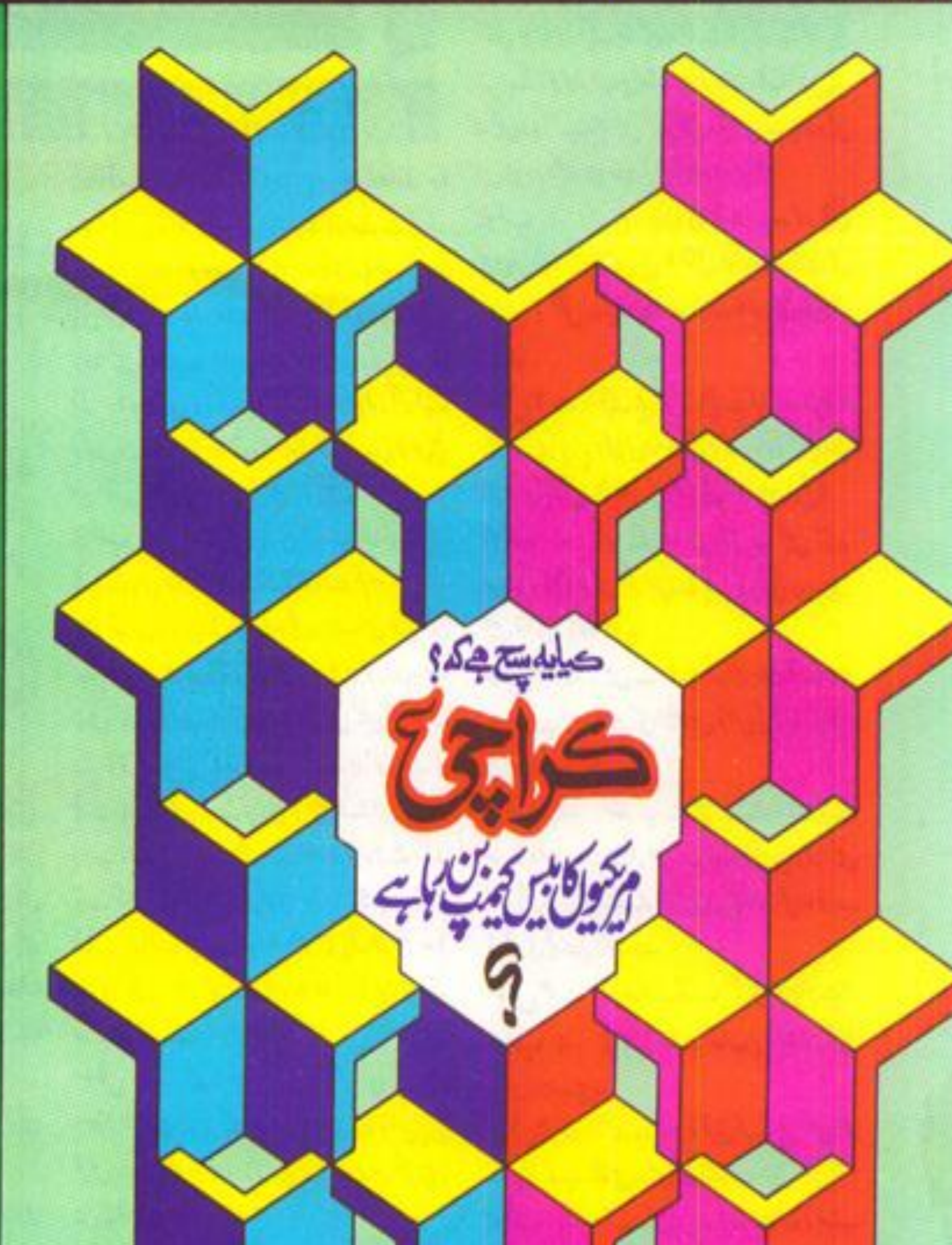

قادیانی سازش کی ایک جھلک

مرزا غلام قادیانی کے سات دن

آپ کے مسائل

اولاد مرتدہ کی کفالت

سوال :- قادیانی میاں بیوی جن کے نابالغ تین بچے' دو بیٹیاں' ایک بیٹا' باپ کے مسلمان ہونے کی صورت میں بچے کس کی زیر کفالت رہیں گے۔ شرعی مسئلہ بمعہ دلائل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

جواب :- صورت مسئولہ کے مطابق بچوں کی والدہ بدستور مرتدہ ہے اس لئے والدہ مرتدہ کو حق تربیت نہیں بلکہ والد کے زیر تربیت بچے رہیں گے کما فی الدر المختار تربیۃ الولد تبت للام..... الا ان تکون مرتدۃ الی قولھا وغیر مامونۃ الخ

(رد المختار ص ۵۵۵ ج ۳ کتاب الحضانہ۔ فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳ ج ۵۔ احسن الفتاویٰ ص ۵۷ ج ۵)

نماز میں قرات

سوال :- اگر امام صاحب فرض کی پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق پڑھے اور دوسری میں سورۃ الناس پڑھے تو کیا یہ جائز ہے کیونکہ اگر کوئی آدمی فرض کی پہلی رکعت میں نہیں پہنچ سکا وہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت میں پیچھے سے پڑھتا ہے تو یہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ کیوں ترتیب کے خلاف ہو جاتا ہے لہذا امام صاحب کو آخری سورتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ شرعی غلام کس کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کا بیان آیا ہے۔

جواب :- پہلی رکعت میں سورۃ فلق اور دوسری میں سورۃ الناس پڑھنا بلاشبہ صحیح ہے۔

۲۔ جو آدمی بعد میں آئے' امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی رہی ہوئی رکعتیں پوری کرے گا تو ان میں امام کی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں۔

۳۔ پہلے زمانے میں جو کافر جہاد میں قید ہو جاتے تھے ان کو غلام اور باندیاں بنا لیا جاتا تھا۔ اب یہ غلام نہیں رہے۔

سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ

سوال :- یہ سنا تھا کہ جس کے پاس سات تولہ سونا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اسی طرح باون تولہ چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ آج کل باون تولہ چاندی کی قیمت میں آدھا تولہ سونا آجاتا ہے یعنی جس کے پاس اگر آدھا تولہ سونا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیا یہ بات درست ہے کیونکہ آدھا تولہ سونا تو اکثر لوگوں کے پاس ہوتا ہی ہے اور میرے پاس بھی ہے تین تولہ سونا اور میں نے کافی عرصہ سے اس پر زکوٰۃ نہیں دی اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس کے پاس آدھا تولہ سونا ہو تو اس کو زکوٰۃ دی بھی نہیں جا سکتی اور اگر ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی گئی ہو تو وہ ادا ہوئی کہ نہیں۔ براہ مہربانی ان مسئلوں کا حل بتا کر میری پریشانی دور کیجئے۔

جواب :- سونے اور چاندی کا نصاب الگ الگ ہے' جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا سے کم ہو' اس کے ساتھ نقد روپیہ پیسہ یا مال تجارت وغیرہ نہ ہو۔ اسی طرح جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی سے کم ہو اور روپیہ پیسہ یا مال تجارت وغیرہ نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن اگر سونے کے ساتھ کچھ چاندی' یا نقدی یا مال تجارت ہو' اور سب کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جائے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر صرف سونا ہو تو ساڑھے سات تولے نصاب ہے اگر صرف چاندی ہو تو ساڑھے باون تولے نصاب ہے (اور اس میں مالیت کا اعتبار نہیں)۔ اور اگر سونا' چاندی' نقدی' مال تجارت وغیرہ ملا جلا ہو تو چاندی کے نصاب کا اعتبار ہے۔

سوال :- ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس ۳۰ تولہ سونا ہے مگر حج کے سفر کا خرچ نہیں ہے تو اس پر حج فرض ہے کہ نہیں یا پھر وہ زیور بیچ کر حج کرے اور اگر زیور نہ بیچے تو کیا وہ گناہگار ہوگا۔

جواب :- اگر ۳۰ تولے سونے میں حج کے مصارف پورے ہو سکتے ہیں' پیچھے بال بچوں کے لئے خرچ بھی رہ جاتا ہے تو اس کے ذمہ حج فرض ہے' نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

نابالغ بچوں پر زکوٰۃ

سوال :- میری چودہ سال پہلے شادی ہوئی۔ میرا زیور میکے اور سسرال کا ملا کر تقریباً سترہ تولے کا ہے۔ اس وقت چونکہ گھر کے معاشی حالات ابتر تھے۔ میں نے اپنے شوہر سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی بات کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ زیور بیچ دو۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ زکوٰۃ دے سکوں۔ لیکن اس وقت لوگوں نے کہا کہ حالات کا پتہ نہیں ہوتا۔ زیور مت بیچو' چنانچہ میں نے زیور نہیں بیچا اور شوہر گھر کے خرچ کے لئے جو روپے دیتے اسی سے تھوڑے تھوڑے پیسے چوری چھپے نکال کر کسی نہ کسی طرح زکوٰۃ ادا کرتی رہی۔ سات سال تک زکوٰۃ ادا کی۔ پھر کسی نے مجھ سے کہا کہ زیور اگر اولاد کے نام کر دو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ زیور میں نہ پہن سکتی ہوں اور نہ بیچ سکتی ہوں یعنی وہ اب میری ملکیت نہیں ہوں گے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی سترہ تولے میں سے بارہ تولے بچوں (چار بیٹیاں تھیں ایک کا انتقال ہو گیا اور ایک بیٹا بھی ہوا) کے نام کر دیئے اور باقی اپنے لئے رکھ لیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ حالات اب بہتر ہیں۔ اب میں زیور اپنے نام نہیں کرنا چاہتی۔ کیا اس کے باوجود میں اس زیور پر پچھلے بقایا سات سال کی زکوٰۃ دوں؟

جواب :- یہ زیور بچوں کی ملکیت ہے۔ اور نابالغ بچوں پر زکوٰۃ نہیں (جس بچی کا انتقال ہو گیا وہ وراثت میں والدین کو منتقل ہو گیا۔ چھٹا حصہ والدہ کا اور باقی پانچ والد کے)۔

سوال ۲ :- ایک بچی جو کہ بالغ ہے کیا اسے اپنے نام کئے ہوئے زیور پر زکوٰۃ دینا پڑے گی چونکہ وہ خود نہیں کماتی' اگر دے گی تو کیسے؟ کیا اس کی زکوٰۃ مجھے ادا کرنا پڑے گی؟

جواب :- اس کے حصہ میں اتنا زیور نہیں آتا جو نصاب کو پہنچتا ہو پس اگر اس کے پاس اور کوئی روپیہ پیسہ نہیں تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

سوال ۳ :- میں نے سنا ہے کہ اگر سات تولے سے کم زیور ہے اور حالات بھی اچھے ہیں تو اس کی زکوٰۃ بھی جائز ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب :- مسئلہ یہ ہے کہ ساڑھے سات تولے سونے کا نصاب ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ کچھ نقدی یا مال تجارت بھی ہو تو سب کی مجموعی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔

سوال ۴ :- کیا صاحب نصاب پر قربانی بھی جائز ہے؟

جواب :- جی ہاں! صاحب نصاب پر زکوٰۃ اور قربانی دونوں واجب ہیں۔

سوال ۵ :- میرے شوہر تو قربانی کرتے ہیں لیکن مجھے گنے چنے روپے ملتے ہیں۔ میں بھی الگ سے قربانی کروں؟

جواب :- آپ کے پاس جو زیور ہے' وہ تو نصاب کے بقدر نہیں رہا۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے پاس کچھ پیسے رہتے ہیں' جو آپ کی ملکیت ہیں تو آپ پر زکوٰۃ فرض ہے' اور قربانی بھی واجب ہے۔ اگر نہیں رہتے تو دونوں آپ کے ذمہ نہیں۔

اولاد اور بیوی کو دینی تعلیم کی ذمہ داری

سوال :- میں نے معارف القرآن میں ایک جگہ پڑھا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو کیا جائے گا' جس کے بال بچے بیوی وغیرہ دینی تعلیم سے بے خبر ہوں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ قرآن شریف کی تعلیم ایک دوسرے گاؤں میں دیتا ہوں اور وہ گاؤں میرے گاؤں

باقی ص ۲۷ پر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۲۷ ● بتاریخ ۲۹ر جمادی الثانی تا ۶ر رجب المرجب ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۳ر دسمبر تا ۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء

اِس شمارے میں

۱۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ______ ۲
۲۔ اداریہ ______ ۴
۳۔ ظہور آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ______ ۵
۴۔ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ______ ۶
۵۔ راحت وسکون کے لئے نسخۂ اکسیر ______ ۷
۶۔ بچوں کے امراض کا سبب ______ ۸
۷۔ کل مسلمان یعنی کل اسلام ______ ۹
۸۔ زندگی کا امتحان ______ ۱۳
۹۔ تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ______ ۱۴
۱۰۔ یادِ رفتگاں ______ ۱۵
۱۱۔ طاعون ایک خطرناک وباء ______ ۱۷
۱۲۔ کیا یہ سچ ہے؟ ______ ۱۹
۱۳۔ مرزا غلام قادیانی کے سات دن ______ ۲۱
۱۴۔ قادیانی سازش کی ایک جھلک ______ ۲۴
۱۵۔ باتیں ان کی یاد رہیں گی ______ ۲۶

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

تزئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات وانڈیا ۵۰ ڈالر
چیک/ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۶۴۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر : عبدالرحمن باوا ○ طابع : سید شاہد حسن ◎ مطبع : القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت : ۱۰۳ بزرٹہ لائن کراچی

رابن رافیل کا دورۂ پاکستان

عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

افغانستان سے روسی عفریت کی ذلت آمیز پسپائی کے نتیجے میں یونائیٹڈ سوشلسٹ سوویت ریپبلک کی صورت میں دنیا کی دوسری سپر پاور حکومت کا بظاہر شیرازہ بکھر گیا۔ یورپین مقبوضات روس کے تسلط سے آزاد ہوگئے اور ایشیائی ریاستوں کے لئے سیاسی و اقتصادی مصالح کے پیش نظر خود سوویت یونین نے اندرونی آزادی کا اعلان کردیا۔ اس طرح دنیا کے نقشہ پر یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کے عنوان سے واحد سپر پاور کے طور پر امریکی پرچم لہرانے لگا۔ اقوام متحدہ کا نشان لگا کر تمام یورپین اقوام اس سپر پاور پرچم کے سائے میں پھر سے دنیا پر تسلط کے خواب دیکھنے لگیں۔ کمیونزم اور سوشلزم کے فلک بوس پہاڑ ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔ اب اقوام مغرب کو اپنا سب سے بڑا دشمن اسلام نظر آنے لگا۔ طویل خواب گراں سے ملت اسلامیہ نے انگڑائی لی تو اس بیداری کے آثار نے مغربی اقوام کی استعماری سوچ میں طلاطم بپا کردیا۔ امریکی کمان میں اقوام مغرب نے اسلامی دنیا پر دو محاذوں سے پیش قدمی کا منصوبہ بنایا ہے' ایک نظریاتی اور دوسرے عسکری قوت کے استعمال کا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف جارحانہ پروپیگنڈہ مہم شروع کردی گئی۔ فنڈا مینٹل (بنیاد پرست) قسم کی نئی نئی اصطلاحات ایجاد کی گئیں۔ ملائیت اور ملا ازم جیسے پرانے ہتھیاروں پر سان چڑھائی گئی۔ اسلامی قوانین کو دقیانوسی اور ظالمانہ ثابت کرنے کے لئے میڈیا (نشرو اشاعت) کے تمام ذرائع کو بے محابا استعمال کیا گیا۔ اور اس کے موثر نتائج حاصل کرنے کی غرض سے مسلمان حکومتوں پر سیاسی و اقتصادی گرفت مضبوط کردی گئی کہ ہر خطے میں نام نہاد مسلم حکمران اسلام سے سچی وابستگی کی بنیاد پر مسلم ملت کی بیداری روکنے کا مذموم فریضہ انجام دینے پر مجبور ہوگئے۔ عراق کویت تنازعہ کی حقیقت دنیا پر منکشف ہوچکی ہے۔ اس راہ سے مغربی اقوام اسلامی دنیا کے سینے پر چڑھ بیٹھی ہیں۔ نشریاتی اطلاعات کے مطابق مشرق وسطی میں مستقل اڈوں کی اجازت نہ ملنے کے سبب اب یہ مقصد پاکستان کی سرزمین سے حاصل کئے جانے کے خدشات عملی وجود کی نشاندہی کررہے ہیں۔ خبروں کے مطابق کراچی پورٹ ٹرسٹ کی پانچ برتھیں معاہدے کے تحت امریکہ کے حوالے کردی گئی ہیں۔ کراچی اور اس کے گردونواح میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کے منصوبوں پر معاہدہ ہوگیا ہے۔ امریکہ اقتصادی دیوالیہ پن کی منزل کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اپنی اقتصادیات کو سنبھالا دینے کے لئے مشرق وسطی کے بعد پاکستان پر اس کی گہری نگاہ ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے چند سال کے عرصے میں یہاں کئی حکومتوں کی شکست و ریخت ہوچکی ہے اور اب پھر فضا کسی نئی تبدیلی کی افواہوں سے گرد آلود ہے۔ مرکزی حکمرانی کے لئے جن لوگوں کے نام گشت کررہے ہیں ان میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ منظور وٹو کا نام بھی شامل ہے۔ قطع نظر اس کے کہ منظور وٹو کی سیاسی وابستگی کیسی ہے' اہل نظر کو اس کے خاندانی تعلق اور عملی کردار کے تناظر میں غور و تدبر لازم ہے۔

منظور وٹو کے والد قادیانی جماعت کے معروف مربی ہیں۔ قادیانیت کے پرچار اور تبلیغ میں ان کی سرگرمیاں تشویش ناک حد تک بڑھ چکی ہیں حتیٰ کہ بعض نوجوانوں کے ارتداد کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔ بارہا توجہ دلانے کے باوجود منظور وٹو نے اپنے والد کی ارتدادی سرگرمیوں کو روکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ فیصل آباد اور دیگر علاقوں سے قادیانیوں کی جارحانہ انداز میں ارتدادی سرگرمیوں سے پنجاب حکومت آگاہی کے باوجود نہ صرف چشم پوشی سے کام لے رہی ہے بلکہ وزیر اعلیٰ کے بعض مشیر مسجد کے نام پر قادیانی عبادت گاہوں کے افتتاح کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔ گویا یوں نظر آتا ہے کہ قادیانیوں کو پنجاب حکومت کی یک گونہ سرپرستی میسر آچکی ہے۔

دوسری طرف انتظامی شعبے میں اطلاعات کے مطابق وزیر اعلیٰ کے آبائی حلقہ دیپال پور اور اوکاڑہ انتظامیہ کے تمام شعبوں کو قادیانیوں سے بھرا جارہا ہے اور انتظامی طور پر بظاہر قادیانی اسٹیٹ کا منظر دکھائی دینے لگا ہے۔ یہی نہیں پنجاب کے بہت سے علاقوں میں اسکول ماسٹر سے لے کر ذمہ دار عہدوں تک قادیانیوں کو تلاش کرکے مسلط کیا جارہا ہے۔ ظلم کی انتہا ہوگئی کہ قرآن کریم اور اسلامیات جیسے خالص دینی مضمون کی تعلیم کے لئے قادیانی ٹیچر مقرر کئے جارہے ہیں۔ کوئی مطالبہ' کوئی احتجاج حکومت پنجاب پر مسلط منظور وٹو اور اس کے حواریوں پر اثر انداز نہیں ہورہا اور دن بدن حالات کی سنگینی تشویش ناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔

گزشتہ دنوں نیویارک میں امریکی سینیٹروں سے مرزا طاہر کا خطاب' اس اجتماع میں گورنر سندھ محمود ہارون کے بھائی یوسف ہارون کی شرکت اور قادیانیوں کے ناجائز مطالبات کی حمایت کی یقین دہانی اور پاکستان میں امن و امان کی روز افزوں بگڑتی ہوئی صورت حال اور دگرگوں سیاسی فضا میں امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل کا دورۂ پاکستان جس میں موافق و مخالف سیاسی عناصر سے براہ راست رابطے اور مشورے' ان تمام سلاسل پر نظر کرکے وزارت عظمیٰ کے لئے منظور وٹو کا نام لیا جانا انتہائی خطرے کا الارم ہے۔

امن و امان کی ابتر صورت حال

کراچی اقتصادی و معاشی طور پر نہ صرف پاکستان کا خوشحال شہر بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کا اپنا مقام ہے

یوں تو پورا ملک امن و امان کی ابتر صورتحال سے دوچار ہے لیکن صوبہ سندھ میں خاص طور پر کراچی میں کیفیت کئی وجوہ سے انتہائی سنگین ہو چکی ہے۔ سرکاری حلقے اس ابتری کی ذمہ داری لسانی اور مذہبی تنظیموں پر ڈالتے ہیں جبکہ عوامی نمائندگی کی تنظیمیں اس ساری صورت حال کا ذمہ دار سرکاری ایجنسیوں کو قرار دے کر پیچھا چھڑانے کی بات کرتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ سندھ کے ارشاد کے مطابق یہ ساری کارروائیاں "را" کے ان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہو رہی ہیں جو ہندوستان سے تخریب کاری کی خصوصی تربیت حاصل کر کے آتے ہیں۔ اس صورت حال کی ذمہ داری کسی کے سر بھی منڈھ دی جائے' ظاہری اسباب کی حد تک یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ سندھ خصوصاً کراچی میں قانون کی حکمرانی قائم کرنے والے ادارے اپنی نااہلی کا اقرار کر رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اول تو صحیح معنوں میں حکومت نام کی کسی انتظامی مشینری کا وجود ہی نظر نہیں آتا البتہ دہشت گردوں کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کو بے دست و پا کرنے کی کارروائیوں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ کسی حکومتی ادارہ کا وجود ہے' جس کا کام عام کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ہولی کھیلنے والوں کو تحفظ فراہم کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

یہ تو وہ مشہور باتیں ہیں جن پر بڑے تفصیلی تبصرے اور بیانات روزانہ اخبارات کی زینت بنتے ہیں مگر چند عوامل ایسے ہیں جن کی طرف نہ ہمارے لیڈروں کی نگاہ اٹھتی ہے' نہ دانشوروں کی عقل کام کرتی ہے اور ارباب حکومت تو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

ا۔ ہر شعبہ زندگی میں قادیانی سرایت کر چکے ہیں وہ ایک طرف تو مسلمانوں میں بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے خصوصاً نوجوان طبقہ کو زر' زن اور بیرون ملک ملازمتوں کے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ اسلامی عقائد و تعلیمات میں تشکیک و شبہات پیدا کرنے والا لٹریچر تقسیم کر کے ذہنی کنفیوژن پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف "نامعلوم" قاتلوں اور دہشت گردوں کی جس یلغار کی لپیٹ میں کراچی کے عوام آئے ہوئے ہیں اگر آئین کی دفعہ ۲۹۸۔ سی کا صحیح نفاذ ہو جائے تو شاید ان کی حقیقت معلوم ہو جائے اور اس یلغار کا بڑا راز طشت ازبام ہو جائے۔

۲۔ کراچی اقتصادی و معاشی طور پر نہ صرف پاکستان کا خوشحال ترین شہر بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس کا اپنا مقام ہے۔ اس حقیقت سے آنکھیں بند کرنا کور چشمی ہوگی کہ یہاں کے مسلمانوں نے بڑی تیزی سے اسلامی تہذیب و معاشرت کے آثار و برکات سے آزاد ہو کر مغرب کی تہذیبی و معاشرتی غلامی کا قلادہ پہننے کی راہ کو ترقی و کامرانی کے لئے لازمی سمجھ لیا ہے' جس کے نتیجے میں بے پردگی اور آزاد روی کا وہ ماحول بنتا چلا گیا جس میں برائی کو برائی نہیں سمجھا جاتا اور قبح حسن نظر آنے لگتا ہے۔ موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ بنی اسرائیل پر بھیجے گئے عذاب فاقتلوا انفسکم کی ابتدائی جھلک بطور تنبیہہ یہاں دکھائی جارہی ہے کہ شاید مسلمان سنبھل جائیں' ہوش کے ناخن لے کر سابقہ روش چھوڑ کر توبہ کا راستہ اختیار کر لیں اور از سر نو اللہ و رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اس تہذیبی طریقے کے مطابق اپنی معاشرت کی تعمیر کی فکر کریں' جس کے لئے پاکستان بنانا ناگزیر سمجھا گیا تھا اور اس کے لئے لاکھوں جانوں اور عزتوں کی قربانی دی گئی۔

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
لیکن کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ظہور آفتاب رسالت ﷺ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

جناب رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے گئے وہ کسی خاص قوم اور کسی خاص ملک کی طرف بھیجے گئے اس لئے ان کی شریعت اور ان کے قوانین تمام اقوام انسانیہ اور تمام ممالک ارضیہ کو حاوی نہ تھے ان سے مقصد اسی قوم کی اصلاح ہوتی تھی اور اسی کے مناسب احکام آتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں بلکہ تمام عالم کی طرف بھیجے گئے اور سب کی اصلاح و ہدایت آپؐ کے متعلق کی گئی۔ قرآن کہتا ہے۔

"کہہ دے کہ لوگو میں رسولؐ ہوں اللہ کا سب کی جانب۔" (سورۃ اعراف)

"اور ہم نے بھیجا ہے تجھ کو تمام ہی لوگوں کے لئے۔" (سورۃ سبا)

"بڑا برکت والا ہے وہ خدا جس نے نازل فرمایا قرآن اپنے بندے پر تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو جائے۔" (سورۃ فرقان)

"ہم نے تجھ کو تمام دنیا جہان کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔" (سورۃ انبیاء)

بنابریں ضروری ہے کہ آپؐ کے قوانین اور احکام کسی قوم اور کسی خاندان یا ملک کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اور آپؐ کی دعوت عام ہو۔ آپؐ تمام عالم کو اور تمام اقوام کو اپنے مذہب کی طرف بلائیں اور سب پر آپؐ کی فرمانبرداری فرض ہو اور عالم انسانی میں سے اگر کوئی شخص بھی اس سے روگردانی کرے تو خدا کا باغی قرار پائے اور کافروں کے لقب سے ملقب ہو اور آخرت میں بغاوت کا انتہائی عذاب اس پر نافذ کیا جائے۔ اسلام کے عالمگیر ہونے کے یہی معنی ہیں کہ اس کی دعوت تمام عالم کو شامل ہے اور اس کے احکام تمام عالم کی اصلاح کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان میں وہ اصول اور حکمتیں مضمر ہیں جن سے تمام افراد انسانی کی خواہ پرانی دنیا کے ہوں یا نئی دنیا کے' خواہ زرد نسل کے ہوں یا سیاہ نسل کے' خواہ سفید نسل کے ہوں یا سرخ نسل کے' اصلاح ہدایت ہو سکتی ہے اور وہ ہر انسان کو اپنے میں لے سکتا ہے' اس کی عالمگیریت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو تمام عالم قبول کر لے گا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام دنیا کو ایک ہی شریعت' ایک ہی راستے کی طرف بلایا ہے اور اس کے قبول کرنے والوں کے درمیان میں ایک ایسا عظیم الشان رابطہ قائم کر دیا

ہے جو کہ دنیا کے تمام روابط اور علائق سے بالا تر تھا' نسبی رابطہ' صنعتی رابطہ' وطنی رابطہ' زبانی رابطہ' رنگی رابطہ وغیرہ وغیرہ۔ سب کے سب اس کے سامنے ہیچ تھے اور ہیں۔ یہ رابطہ مادیت سے بالاتر روحانیت کا مجسمہ بن کر تمام اسلامی برادری کو محیط ہو گیا۔ اسلامی احکام نے اس رابطہ کی حفاظت اور تقویت کے لئے ایسی آبپاشی کی کہ جس سے تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی دھاگہ میں پروئے ہوئے ایک ہی مزرعہ میں سرسبز اور لہلہانے لگے۔ فرمایا گیا۔

"مسلمان ایک جسم کے مختلف جوڑوں کی طرح ہیں جبکہ ایک جوڑ مریض ہوتا ہے تو دوسرا بھی بخار اور بے خوابی سے بے چین ہو جاتا ہے "مسلمان باہم بھائی ہیں۔"

(سورۃ حجرات)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ خود اس پر ظلم و زیادتی کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یارو مددگار چھوڑے' نہ اس کی تحقیر کرے (حضور ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کا مال' اس کی آبرو سب حرام ہے۔" (صحیح مسلم۔ معارف الحدیث)

مسلمانوں میں آپس میں ایسے ایسے حقوق اور فرائض قائم کر دیئے کہ ان کی بناء پر نسلی' وطنی' حرمتی' لونی وغیرہ وغیرہ امتیازات اٹھ گئے اور مسلمانان عالم بمنزلہ ایک شخص واحد قرار دیئے گئے جس کی بناء پر لازم آ گیا کہ اگر اقصیٰ شرق میں ایک مسلمان مرد یا عورت پر ظلم ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر تدریجا" اس کا ازالہ واجب ہو جائے۔ بادشاہ اور خلیفہ بھی ان کا ایک ہو اور عزت و قوت بھی سب کی ایک ہو۔ اگر سابق بادشاہ تسلیم شدہ کے خلاف کوئی دوسرا آدمی دعویدار خلافت کھڑا ہو جائے تو اس کو قتل کر دینا لازم ہو جائے۔ جب دو خلیفہ تخت نشین ہو جائیں تو اس میں آخر کو قتل کر دو۔

ان امور نے مسلمانوں میں ایسا رابطہ قائم کر دیا کہ تمام دنیا کی قوتیں اسلامی قوت کے سامنے تہ و بالا ہو گئیں' نہ قیصر روم کی طاقت باقی رہ گئی' نہ شاہان فارس کی' نہ راجگان ہند کی دولت زندہ رہ سکی' نہ خاندان ترک کی' جس طرف بھی کوئی قوت مسلمانوں سے برسرپیکار ہوئی تھی' اطراف و جوانب زمین سے اسلامی فوجیں اس کے مقابلے میں آ جاتی تھیں اور وہ مخالف قوت پاش پاش ہو جاتی تھی۔ یہ پان اسلام ازم اسلام کو تمام مذاہب' تمام قوموں اور تمام ممالک پر بالا کر کے رہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت دعوت و جذب بے شک اسلام اور اس کی قومیت' شرف انسانی اور اخوت بشری پر مبنی ہے اور یہی امر اس کی عالمگیری کی شان رکھتا ہے مگر بحیثیت تناصر و تعاون حقوق یگانگت و ہمدردی' قلبی دوستی و اتحاد' موالاۃ دائمہ و مودۃ خالصہ صرف کلمہ گویوں اور حلقہ بگوشان اسلام کے ساتھ مخصوص ہے خواہ وہ ہم نسل ہوں یا نہ ہوں۔ ●●

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

محمد اسماعیل اعوان' ہری پور

نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت مومن کا گراں بہا سرمایہ ہے۔ کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہی محبت معبود حقیقی کے قرب اور اس کی ذات و صفات کے صحیح تصور کا واحد ذریعہ ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ بڑے خوش قسمت تھے کہ یہ سرمایہ سب سے زیادہ ان کے حصہ میں آیا۔ ان کے سامنے حضور ﷺ کا وہ حسن صورت تھا' جس کے ایک ایک نقش اور خدوخال میں جمال سیرت کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور حسن سیرت کی جلوہ آرائی بھی تھی۔ حضور ﷺ کی نشست و برخاست' انداز گفتگو' صدق و امانت' اپنے بیگانے سے بے پناہ ہمدردی' شدائد و مصائب میں غیر معمولی تحمل' غرض کمال انسانیت کا ایک خوبصورت پیکر تھا۔ جو اپنی ہر ادا کی دلکشی کے ساتھ شب و روز دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا اور لوگ بن بلائے بھی اس حسن کی کرشمہ سازیوں کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ حب رسولؐ کے بہترین نمونے ہمیں صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ رسول اللہ اور آپؐ کے فرمان کی اطاعت میں بڑی سے بڑی تکلیفیں برداشت کر لیتے تھے۔ اس میں راحت محسوس کرتے تھے۔ اموال و املاک تو درکنار اپنی جان تک سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب قریش مکہ نے حضرت خبیبؓ کو چند دن بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کیا اور کہا کہ اب بھی اسلام سے دستبردار ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر اسلام کی دولت پاس نہ رہی تو جان بچا کر کیا کروں گا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ مہلت مل گئی تو نماز ادا کی۔ اس کے بعد انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ ایک شقی القلب نے ان کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہ اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمد ﷺ پھنس جائیں اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیبؓ نے پرجوش لہجہ میں کہا کہ واللہ العظیم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے اور اس کے عوض رسول اکرم ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ جب غزوۂ تبوک شروع ہوا تو سخت گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خثیمہؓ کسی وجہ سے لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا ان کی بیوی نے ان کی راحت و آسائش کے لئے بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے۔ عمدہ کھانا تیار کر کے رکھا ہے یہ سب کچھ دیکھ کر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ شدت کی گرمی میں کھلے میدان میں ہوں اور میں سرد پانی اور عمدہ کھانے سے لطف اندوز ہوں خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ہرگز بالا خانے پر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت زاد راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک جنگ کے بعد مسلمان واپس آئے۔ ایک عورت جس کا باپ' بھائی اور شوہر شریک جنگ تھے۔ بڑی بے تابی سے باہر نکلی۔ لوگوں نے اسے بتایا۔ تمہارا باپ' بھائی اور شوہر تینوں شہید ہو گئے ہیں۔ عورت نے جواباً" کہا میں کسی اور کا نہیں پوچھتی مجھے تو یہ بتاؤ کہ محمد عربی ﷺ کہاں ہیں اور کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا آپؐ بفضل خدا صحیح و سلامت ہیں۔ وہ کہنے لگی ذرا مجھے دکھا دو۔ جب اس نے دور سے چہرۂ نبوت کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی آپؐ سلامت ہیں تو ہر مصیبت برداشت ہو سکتی ہے۔

رسول کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے رفیق سفر تھے۔ رات کی تاریکی میں دونوں جا رہے تھے۔ کفار کے تعاقب کا خطرہ تھا۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر کوہ ثور تھا۔ جہاں کا راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ پتھروں سے پاؤں مبارک زخمی ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضور اکرم ﷺ کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی۔ اپنے کندھوں پر آفتاب نبوت کو اٹھا لیا اور غار ثور تک کا سفر طے کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی اکرم ﷺ کو باہر ٹھہرایا اور فوراً اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کرتے رہے۔ ایک سوراخ بند نہ ہو سکا تو اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کر کے بیٹھ گئے اور حضور اکرم ﷺ ان کے زانوں پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتفاق کی بات کہ اس سوراخ میں کوئی سانپ تھا۔ اس نے صدیق اکبرؓ کے انگوٹھے کو ڈس لیا۔ آپؓ درد سے بے تاب ہو گئے مگر اف تک نہ کی۔ آواز تک نہ نکالی مبادا کہ حضور ﷺ کی نیند اچاٹ ہو جائے۔ درد کی شدت سے آنسو ٹپک پڑے۔ ایک گرم آنسو حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک پر گرا' جس سے حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ حضور ﷺ کو جب اصل واقعہ کا علم ہوا تو اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا۔

یہ تو صحابہ کرامؓ کی حضور اکرم ﷺ سے محبت کی ایک جھلک تھی ورنہ اصحاب رسولؐ کی مقدس زندگیوں کا ہر ورق محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بھرا پڑا ہے۔ اصحاب رسول ﷺ نے حب رسولؐ کی تاریخ میں ایسی بے مثل مثالیں رقم کیں کہ جن کی مثال دنیا قیامت تک پیش نہیں کر سکتی۔

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

راحت وسکون کیلئے نسخۂ اکسیر

یہ مال ودولت جو تم جمع کررہے ہو راحت دینے والی چیز نہیں

ہمارے لئے نسخۂ اکسیر

نبی کریم ﷺ نے ایک عجیب ارشاد فرمایا جو ہمارے لئے نسخۂ اکسیر ہے۔ فرمایا کہ :

دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو' اور اپنے سے کمتر حیثیت والوں کے ساتھ رہو۔ ان کی صحبت اختیار کرو' اور ان کے حالات کو دیکھو' اور دین کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اونچے آدمی کو دیکھو' اور ان کی صحبت اختیار کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو گے تو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں' ان نعمتوں کی قدر ہوگی کہ یہ نعمت اس کے پاس نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھی ہے' اور اس سے قناعت پیدا ہوگی' شکر پیدا ہوگا اور دنیا طلبی کی دوڑ کا جذبہ ختم ہوگا' اور دین کے معاملے میں جب اوپر والوں کو دیکھو گے کہ یہ شخص تو دین کے معاملے میں مجھ سے آگے بڑھ گیا تو اس وقت اپنی کمی کا احساس پیدا ہوگا' اور آگے بڑھنے کی فکر پیدا ہوگی۔"

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کیسے راحت حاصل کی؟

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو محدث بھی ہیں' فقیہ بھی ہیں' صوفی بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مالداروں کے ساتھ گزارا (خود بھی مالدار تھے) صبح سے شام تک مالداروں کے ساتھ رہتا تھا' لیکن جب تک مالداروں کی صحبت میں رہا' مجھ سے زیادہ غمگین انسان کوئی نہیں تھا' کیونکہ جہاں جاتا ہوں' یہ دیکھتا ہوں کہ اس کا گھر میرے گھر سے اچھا ہے' اس کی سواری میری سواری سے اچھی ہے' اس کا کپڑا میرے کپڑے سے اچھا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ دیکھ کر میرے دل میں کڑھن پیدا ہوتی تھی کہ مجھے تو ملا نہیں اور اس کو مل گیا۔ لیکن بعد میں دنیاوی حیثیت سے جو کم مال والے تھے' ان کی صحبت اختیار کی' اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا' تو فرماتے ہیں :

"فاسترحت" یعنی میں راحت میں آگیا' اس واسطے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں تو بہت خوشحال ہوں' میرا کھانا بھی اس کے کھانے سے اچھا ہے' میرا کپڑا بھی اس کے کپڑے سے اچھا ہے' میرا گھر بھی اس کے گھر سے اچھا ہے' میری سواری بھی اس کی سواری سے اچھی ہے' اس واسطے میں اب الحمدللہ راحت میں آگیا ہوں۔

ورنہ کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی

یہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنے کی برکت ہے' کوئی شخص تجربہ کرکے دیکھ لے۔ دنیا کے اندر اپنے سے اونچے کو دیکھتے رہو گے تو کبھی پیٹ نہیں بھرے گا' کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی' کبھی آنکھوں کو سیری نصیب نہیں ہوگی' ہروقت یہی فکر ذہن پر سوار رہے گی جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ۔

لو کان لابن آدم وادیا من ذھب احب ان یکون لہ وادیان۔

اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی بھر کر مل جائے تو وہ یہ کہے گا کہ دو وادیاں مل جائیں' اور جب دو مل جائیں گی تو کہے گا کہ تین مل جائیں' اور اسی طرح پوری زندگی اسی دوڑ میں صرف ہوجائے گی' اور کبھی راحت کی منزل پر' قناعت اور سکون کی منزل پر پہنچ نہیں پائے گا۔

مال و دولت کے ذریعہ راحت نہیں خریدی جاسکتی

میرے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کیا اچھی بات فرمایا کرتے تھے' لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راحت و آرام اور چیز ہے اور اسباب راحت اور چیز ہے۔ اسباب راحت سے راحت حاصل ہونا کوئی ضروری نہیں' "راحت" اللہ جل جلالہ کا عطیہ ہے' اور ہم نے آج اسباب راحت کا نام راحت رکھ دیا ہے۔ بہت سارا روپیہ رکھا ہو تو کیا بھوک کے وقت وہ اس کو کھالے گا؟ کیا اگر کپڑے کی ضرورت ہوگی تو اسی کو پہن لے گا؟ کیا گرمی لگنے کے وقت وہ پیسہ اس کو ٹھنڈ پہنچائے گا؟ بذات خود نہ تو یہ پیسہ راحت ہے' اور نہ ہی اس کے ذریعہ تم راحت خرید سکتے ہو اور اگر اس کے ذریعے تم نے اسباب راحت خرید بھی لئے' مثلاً آرام کی خاطر تم نے اس کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں خرید لیں' اچھے کپڑے خرید لئے' گھر کی سجاوٹ کا سامان خرید لیا' لیکن کیا راحت حاصل ہوگئی؟ یاد رکھو' محض ان اسباب کو جمع کرلینے سے راحت کا مل جانا کوئی ضروری نہیں' اس لئے کہ ایک شخص کے پاس راحت کے تمام اسباب موجود ہیں' لیکن صاحب بہادر کو گولی کھائے بغیر نیند نہیں آتی' بستر آرام دہ' ایئر کنڈیشنڈ کمرہ اور نوکر چاکر سبھی کچھ موجود ہیں لیکن نیند نہیں آرہی ہے۔ اب بتاؤ' اسباب راحت سارے موجود' لیکن نیند ملی؟ راحت ملی؟ اور ایک وہ شخص ہے' جسکے گھر پر نہ تو پکی چھت ہے بلکہ ٹین کی چادر ہے' نہ چارپائی ہے بلکہ فرش پر سو رہا ہے' لیکن بس ایک ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا اور سیدھا نیند کے اندر گیا اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لے کر صبح کو بیدار ہوا' بتاؤ! راحت اس کو ملی' اور اس مزدور کے پاس اسباب راحت موجود نہیں تھے۔ لیکن راحت مل گئی۔ یاد رکھو! اگر دنیا کے اسباب جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی فکر میں لگ گئے' تو خوب سمجھ لو کہ اسباب راحت تو جمع ہوجائیں گے' لیکن راحت پھر بھی حاصل نہ ہوگی۔

وہ دولت کس کام کی جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھاسکے

حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے زمانے میں ایک صاحب تھے' بہت بڑے مل اونر' اور ان کا کاروبار یہاں صرف پاکستان میں ہی نہیں تھا' بلکہ مختلف ممالک میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ ایک دن ویسے ہی والد صاحب نے پوچھا کہ آپ کی اولاد کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک لڑکا سنگاپور میں ہے' ایک لڑکا فلاں ملک میں ہے' سب دوسرے ملکوں میں ہیں۔ دوبارہ پوچھا کہ آپ کی اپنے لڑکوں سے ملاقات تو ہوتی رہتی ہوگی' وہ آتے جاتے رہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئے ۱۵ سال ہوگئے ہیں' ۱۵ سال سے باپ نے بیٹے کی شکل نہیں دیکھی' بیٹے نے باپ کی شکل نہیں دیکھی۔ تو اب بتاؤ! ایسا روپیہ اور ایسی دولت کس کام کی کہ جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھاسکے' اور باپ کو اولاد کی شکل نہ دکھاسکے' ساری دوڑ دھوپ اسباب راحت کے لئے ہورہی ہے۔ لیکن راحت مفقود ہے اس لئے یاد رکھو کہ راحت پیسے کے ذریعہ نہیں خریدی جاسکتی ہے۔

پیسے سے ہرچیز نہیں خریدی جاسکتی

ابھی چند روز پہلے ایک صاحب نے ذکر کیا کہ وہ رمضان میں عمرے کو تشریف لے گئے' اور ایک اور صاحب دولت مند بھی عمرے کو جارہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ عمرے کو جارہے ہو' پہلے سے ذرا انتظام کرلینا تاکہ رہنے کے لئے اور کھانے پینے کے لئے صحیح انتظام ہوجائے' وہ اپنی دولت

کے گھمنڈ میں تھے' کہنے لگے کہ ارے میاں! چھوڑو انتظام وغیرہ' اللہ کا شکر ہے' پیسے بہت موجود ہیں' پیسے سے دنیا کی ہر چیز مل جاتی ہے' آرام وہ رہائش بھی مل جاتی ہے' کھانا بھی مل جاتا ہے' کوئی فکر کی بات نہیں۔ ہمارے پاس پیسہ خوب ہے' دس ریال کی جگہ بیس ریال خرچ کریں گے۔ وہی صاحب بتا رہے تھے کہ میں نے دو دن کے بعد دیکھا تو حرم شریف کے دروازے پر سر جھکائے بیٹھے ہیں' میں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟! کہنے لگے کہ سحری میں اٹھے تھے' لیکن ہوٹل میں کھانا نہیں ملا' کھانا ختم ہو گیا تھا۔ دماغ میں یہ گھمنڈ تھا کہ پیسے سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے' اللہ تعالیٰ نے انہیں دکھا دیا کہ دیکھو پیسہ تمہاری جیب میں رکھا رہ گیا اور روزہ بغیر سحری کے رکھا۔

سکون حاصل کرنے کا راستہ

یہ پیسہ' یہ ساز و سامان' یہ مال و دولت جو کچھ تم جمع کر رہے ہو' یہ بذات خود راحت دینے والی چیز نہیں ہے' راحت پیسے سے خریدی نہیں جا سکتی' وہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے' جب تک قناعت پیدا نہیں ہوگی اور جب تک یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حلال طریقے سے جتنا مجھے دے رہے ہیں' اسی سے میرا کام چل رہا ہے' اس وقت تک تمہیں سکون حاصل نہیں ہوگا۔ ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس دولت بے حد و حساب ہے لیکن ایک لمحے کا سکون نہیں' ایک لمحے کا قرار نہیں' رات کو نیند نہیں آتی اور بھوک اڑی ہوتی ہے۔ یہ سب اس دنیا کی دوڑ کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے معاملے میں اپنے سے اونچے آدمی کو نہ دیکھو کہ وہ کہاں جا رہا ہے' بلکہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو کہ ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ دے رکھا ہے' اس کے ذریعے تمہیں قرار آئے گا۔ تمہیں راحت ملے گی اور سکون حاصل ہوگا۔ لیکن دین کے معاملے میں اپنے سے اونچے کو دیکھو' کیوں؟ اس لئے کہ اس کے ذریعے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور آگے بڑھنے کی بے تابی تو ہوگی۔ لیکن وہ بڑی لذیذ بے تابی ہے۔ دنیا جمع کرنے کی بے تابی اور بے چینی تکلیف دہ ہے' وہ پریشان کن ہے' وہ راتوں کی نیند اڑا دیتی ہے' وہ بھوک اڑا دیتی ہے' لیکن دین کے لئے جو بے تابی ہوتی ہے وہ بڑی مزیدار ہے' بڑی لذیذ ہے۔ اگر انسان ساری عمر اسی بے تابی میں رہے تب بھی وہ لذت میں رہے گا' راحت اور سکون میں رہے گا' لیکن ہماری ساری زندگی کا پہیہ الٹا چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری فکر کو درست فرمائے' ہمارے دلوں کو درست فرمائے' اور جو راستہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

بچوں کے امراض کا سبب

حکیم طارق چغتائی' احمد پور شرقیہ

کیا بچوں کے امراض کا سبب صبح کا ناشتہ ہے؟

عصر جدید نے جہاں انسان کی عادات' گفتگو' مزاج اور معاشرت کو بدل ڈالا ہے۔ وہیں انسان کے کھانے اور پینے کے اوقات اور لوازمات پر بھی گہرا اثر چھوڑا ہے۔ رات انسان کے آرام کیلئے اللہ پاک کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ چونکہ نیند کی وجہ سے انسان کھانے پینے سے غافل رہتا ہے اس لئے ابتدا آفرینش ہی سے انسان صبح کے ناشتے کی طرف بہت زیادہ متوجہ اور مائل رہا ہے۔

قبل از مسیح کے آثار و قرائن سے اس بات کا پتہ چلا ہے کہ چینی حکمران صبح کے ناشتے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے بلکہ ان کے اس مقولے سے یہ بات مزید عیاں ہوتی ہے کہ جوان صبح کے کھانے پر جوان ہوتے ہیں اور بوڑھے صبح کی غذا سے تندرست رہتے ہیں۔

عصر نو فیشن و نفاست کے جس بحران کا شکار ہے اس میں جہاں زندگی کے اور شعبوں میں انسان اپنی صحت کی بربادی کا سامان کر رہا ہے وہیں صبح کا کھانا بھی فیشن اور نفاست کی نظر ہو جاتا ہے۔ زیر نظر سطور سے ایک بات واضح کرتا چلوں کہ اس مضمون کو پڑھتے اور لکھتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اس میں بندہ مسلسل تجربات و مشاہدات کی روشنی میں بچوں کی صحت و تندرستی کو پیش نظر کئے ہوئے ہے۔

ہمارے ہاں رواج ہے کہ بچے کو عام طور پر صبح کے ناشتے میں ہلکی پھلکی غذا دی جاتی ہے۔ یہ بات بچے کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ سکون سے نہیں بیٹھے گا دوڑ دھوپ بولنا اس کے مزاج کا حصہ ہے۔ اور پھر یہی بچے یا نوجوان اسکول یا کالج پڑھنے کے لئے جاتے ہیں اور مسلسل دماغ سوزی ہوتی ہے چونکہ کم کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ اب جسم مسلسل دماغی و جسمانی حرکات کی وجہ سے خوراک نہ ملنے پر مسلسل کمزور ہوتا چلا جاتا ہے پھر اس کا علاج [illegible] ہے علامت سبب کا نہیں۔

ماہرین اغذیہ نے اس بات کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو صبح کی غیر متوازن غذا سے بچایا جائے اور ان کے لئے ناشتے میں اتنی خوراک مہیا کی جانی چاہیے جو کہ کالج یا سکول سے واپسی تک ان کے لئے قوت اور طاقت کا سہارا بنے۔

ناشتے کے اثرات دماغ پر

دماغی محنت اور ارتکاز توجہ قوت کے بل بوتے پر باقی اور قائم ہے۔ انسان جب رات کو سوتا ہے تو چونکہ نماز مغرب کے بعد اکثر کھانے کا معمول ہے تو صبح تک تمام کھانا ہضم ہو چکا ہوتا ہے اور یہی بھوک انسان کو بے تاب کر رہی ہوتی ہے لیکن جب وہی انسان ہلکے پھلکے ناشتے کا سہارا لے کر اپنی مصروف زندگی کی طرف گامزن ہوتا ہے تو وہی ہلکا ناشتہ زیادہ دیر تک اس کا حامی و مددگار نہیں رہتا۔ تو یوں اس کے اثرات اس ذہین انسان کو اور اس کی فطین طبیعت کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اور یہی نوجوان روز بروز ذہنی کمزوری کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ذہنی کمزوریاں ملک کی ترقی و بقا کیلئے ناسور کینسر سے کسی طرح کم نہیں۔

ناشتے کے اثرات نگاہ پر

ڈبلیو۔ ایچ۔ او یعنی عالمی ادارہ صحت کے ایک محتاط اندازے کے مطابق آنے والی ٪۸۰ نئی نسل میں نظر کی کمزوری کے اثرات بہت گہرے ہوں گے۔ اس کے دیگر اسباب میں ایک بڑا سبب صبح کے ناشتے کا غیر متوازن ہونا اور بچے کی طلب اور اس کی قوت صرف کے مطابق غذا نہ ملنا ضعف چشم کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

کمی ناشتہ کے اثرات اخلاقیات پر

کمزور انسان غصے کو برداشت نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے اس کے اندر چڑچڑاپن' چھوٹی چھوٹی باتوں کا جھگڑا' ہر ایک سے تلخ کلامی اور تلخ مزاجی اس کا معمول بن جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے اس کی بنیادی وجہ گھریلو ناچاقی اور غیر متوازن ناشتہ قرار دیا ہے۔

الغرض ناشتے کی کمی سے اور اس کے توازن میں تبدیلی سے مندرجہ ذیل امراض پیدا ہونے کا قوی خطرہ ہوتا ہے۔ نفسیاتی امراض' ذہنی الجھنیں' ڈپریشن' خودکشی کے عوامل' گھریلو ناچاقی' ضعف دماغ' ضعف بصر' اعصابی کمزوری' کھچاؤ مزید براں اس کے گہرے اثرات خواتین کی نسوانیت پر اور نوجوانوں کی قوت حیوانی پر اکثر دیکھے گئے ہیں۔

ملحوظ

بچوں کو ان کی عمر ان کی دماغی اور جسمانی طاقت کے اخراج کی کمی کو پورا کرنے کے مطابق صبح کا ناشتہ دیا جائے۔ صرف چائے اور رس یا کیک بچوں کے لیے قطعی موزوں نہیں بلکہ سکول اور کالج سے واپسی تک کے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھانا دیا جائے تاکہ ان کی قوت اور بقا متناسب رہے اور اس لیے بھی کہ تندرست بچے بہادر اور ناسور قوموں کے سرتاج ہوتے ہیں۔ اور انہی تندرستوں میں سائنس دان' حکیم' دانشور' سیاستدان' ڈاکٹر' فلاسفر' تاجر اور زمیندار ہوتے ہیں۔

آئیے ہم سب مل کر نئی نسل کی تعمیر نو کریں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کُلُّ مسلمان یعنی کُلُّ اسلام

اے ایمان والو! (پورے) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ

شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے

ترجمہ "اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔" (سورۃ بقرہ)

ترجمہ "تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے یہاں اللہ سے بہتر اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔"

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی دو آیتیں پڑھی ہیں' بہت سے تعلیم یافتہ حضرات کو اور خاص طور سے جو قرآن مجید سے تعلق رکھتے ہیں وہ شاید سوچتے ہوں کہ ان آیتوں کا انتخاب کیوں کیا گیا' اور اس مقصد سے اس کا کیا تعلق ہے' لیکن یہ دو آیتیں زندگی کے لئے بلکہ پوری کائنات کے لئے اور زندگی کی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اور خاص طور سے امت اسلامیہ کے لئے یہ دو آیتیں مستقل ایک درس گاہ ہیں اور مستقل ایک دعوت فکر ہیں۔

حضرات! سارا مسئلہ اسلام اور جاہلیت کے فرق کا ہے۔ اب میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے بہت سے پڑھے لکھے بھائی بھی "اسلام" اور "جاہلیت" کے فرق کو بھول چکے ہیں' چونکہ جاہلیت ان کے نزدیک ختم ہو چکی ہے' زیادہ تر "جاہلیت عربیہ" ان کے ذہن میں ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت اور اسلام کی کوئی کشمکش اب نہیں ہے' اور اسلام و جاہلیت کے فرق کو سوچنا اور اس کا جائزہ لینا گویا ایک طرح سے تضییع اوقات ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ملت میں جو بھی کمزوریاں اور خرابیاں ہیں' وہ سب اس فرق کو فراموش کر دینے کا نتیجہ ہے' جو اسلام اور جاہلیت کے درمیان ہے۔ پہلی آیت پڑھی وہ سورۃ بقرہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو' کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

اے ایمان والو! تم "سلم" میں داخل ہو جاؤ اور "سلم" کا ترجمہ میں نے مستند اور معتبر تراجم میں دیکھا' حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی' مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی' مولوی فتح محمد صاحب جالندھری تک' سب میں "سلم" کا ترجمہ اسلام سے کیا گیا ہے' شاہ صاحب کے ترجمہ میں "مسلمانی" سے کیا گیا ہے' یعنی اے ایمان والو! مسلمانی اور اسلام میں داخل ہو جاؤ' اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام کو سمجھنے کی ضرورت ہے' میں معذرت کے ساتھ یہ بات عرض کروں گا' بہت سے حضرات کے ذہن میں جنہوں نے تقابلی مطالعہ نہیں کیا ہے' اور مذاہب کی تاریخ پر ان کی نظر نہیں ہے' ان کے ذہنوں میں شاید یہ بات مستحضر اور تازہ نہیں ہوگی کہ اسلام واحد مذہب ہے دنیا کا' جو ایک اصول و عقیدہ اور مسلک زندگی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے' ورنہ جتنے مذاہب ہیں وہ سب (مذاہب کے بانی نہیں کہتا اور نہ کوئی مذہب کا بانی ہوتا ہے) مذاہب کے داعیان اول کے نام پر یا ملکوں کے نام پر' یا طبقوں اور نسلوں کے نام پر وہ مذاہب ہیں' مثال کے طور پر (مجھے معاف کیا جائے) یہودی مذہب ہے' اس کی نسبت یہودا کی طرف ہے' جو خاندان نبوت کے ایک فرد تھے' عیسائی' اس کی نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف ہے' پھر مجوسی' وہ پارسی کہلاتے ہیں' فارس (ایران) ایک ملک ہے' کوئی عقیدہ یا کوئی طرز زندگی یا دعوت الٰہی نہیں ہے' ہندوئیت' ہند ایک ملک ہے اور وہ اس کی طرف منسوب ہے' برہمنیت' الگ طبقہ اور ایک خاص نسل کی طرف منسوب ہے' بدھ مت گوتم بدھ کے نام سے موسوم و مشہور ہے' ایسے ہی جینی مذہب۔

واحد مذہب جو ایک مسلک زندگی' عقیدہ اور نبوت کی طرف منسوب ہے' وحی الٰہی اور اللہ کی براہ راست رہنمائی اور اس کے دیئے ہوئے احکام اور شریعت کی طرف منسوب ہے وہ اسلام ہے' تو اسلام کا پورا دارومدار عقیدہ پر ہے' شریعت پر ہے' اور وہ بالکل ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

اب اس کے بعد سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو! اسلام اور مسلمانی میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔"

اس میں یہ بات لحاظ کرنے کی ہے کہ اس میں بتلایا گیا ہے کہ سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے' مسلمان بھی سو فیصدی ہوں' اور اسلام بھی سو فیصدی ہو' نہ مسلمانوں میں کوئی تحفظ یا ریزرویشن ہے نہ اسلام میں کوئی تحفظ' استثناء یا ریزرویشن ہے' یہ ایک نکتہ ہے جس کو آپ ساتھ لے کر جائیں اور اس کی اشاعت کریں' خدا کا مطالبہ اور قرآن مجید کی صریح آیت ہے کہ سو فیصدی مسلمانوں کو سو فیصدی اسلام میں داخل ہونا چاہئے' اور مذاہب کی طرح نہیں کہ عقائد لے لئے اور سب کچھ چھوڑ دیا' یا عبادات لے لئے اور اس کے زندگی کے قانون اور زندگی کے طرز حیات اور طرز معاشرت سے اور باہمی حقوق اور فرائض سے اور شرعی قانون پر چلنے سے تعلق نہیں ہے' ہر مذہب نے ایک ایک حصہ لے لیا ہے' کسی نے دو لیا ہے کسی نے تین' یہاں مطالبہ یہ کیا جا رہا ہے کہ سو فیصدی مسلمانوں کو سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے' مسلمانوں میں تحفظ اور ریزرویشن نہیں ہے کہ مسلمان پچاس فیصدی کے پابند ہیں اور قائل ہیں' اور عامل ہیں اور پچاس فیصدی سے مستثنیٰ ہیں' یا پچھتر فیصدی رکھ لیجئے۔ یہاں تو مطالبہ ہے کہ سو فیصدی اسلام ہونا چاہئے' ایک فیصدی بھی خارج نہیں ہونا چاہئے' کسی قسم کے استثناء یا رعایت' یا کسی قسم کا خصوصی معاملہ نہیں کیا گیا ہے' ہم کو ملت اور اپنا جائزہ لینے کا ایک رہنما اصول دیا گیا ہے' بلکہ پیمائش کا آلہ دیا گیا ہے' پہلا مطالبہ اللہ کا یہ ہے اور قرآن مجید کا صریح حکم یہ ہے کہ سو فیصدی مسلمانوں کو سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے نہ تو یہ کہ پڑھا لکھا طبقہ مستثنیٰ ہے' شریف النسب اور عالی نسب لوگ مستثنیٰ ہیں' یہاں تک کہ حاکم مستثنیٰ ہیں' کسی بڑے سے بڑے حاکم (جو تصور اسلام میں حاکم یا خلیفہ کا ہے) کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ وقت' کسی بڑے سے بڑے سربراہ مملکت اور کسی بڑے سے بڑے قانون ساز' کسی بڑے سے بڑے فاتح اعظم' کسی کے لئے بھی کوئی استثناء نہیں ہے' کہ اس کو نماز پڑھنے کی فرصت نہیں اس کو نماز سے مستثنیٰ کیا جائے' فلاں کو حج سے مستثنیٰ کیا جائے' کسی کو ہرگز یہ اجازت نہیں کہ جس پر حج فرض ہے اور وہ اس کی استطاعت رکھتا ہے وہ حج چھوڑ دے۔

اسی طریقہ سے "عائلی قانون" کہ سب مسلمان اس کے پابند ہیں' ترکہ اور میراث کے قانون کے سب مسلمان پابند ہیں' یہ بات چونکا دینے والی ہے' ایک تازیانہ ہے ہمارے لئے' اس وقت ساری چیزیں اس کے ماتحت آجاتی ہیں' ہمارا یہ اصلاح معاشرہ کا اجلاس' اس کی تقریریں اور اس کی وضاحتیں' اس کے مشورے' سارے کے سارے اس کے اندر آجاتے ہیں کہ۔

"اے ایمان والو! اسلام اور مسلمانی میں پورے پورے

داخل ہو جاؤ۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصدی مسلمان اور سو فیصدی اسلام ہونا چاہئے' اگر آپ آزادانہ مطالعہ کریں' منصفانہ مطالعہ کریں' اور تقابلی مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آج مسلمانوں میں اس طرح کی تقسیم پائی جاتی ہے کہ اس دین کے قبول کرنے والوں میں بھی استثناء اور تحفظ ہے' ریزرویشن ہے' اور رعایتیں ہیں' اور اس دین میں بھی تقسیم ہے' اس طبقہ کے لئے دین کا فلاں حصہ مناسب ہے' اس طبقہ کے لئے مناسب نہیں اس پر وہ عمل نہیں کر سکتا' تنہا یہ بات کافی ہے' اس آیت کی رو سے اس کی گنجائش ہی نہیں کہ عقائد ہم لیں گے اور عبادات چھوڑ دیں گے' عقائد اور عبادات بھی لیں گے لیکن معاملات چھوڑیں گے' معاملات بھی لیں گے لیکن عائلی قانون کو چھوڑیں گے' اس میں کسی چیز کی اجازت نہیں' اگر آپ اس نکتہ کو سمجھ جائیں اور اس کو اپنے ساتھ لے کر جائیں تو یہ عمر بھر کے لئے کافی ہے' مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ سو فیصدی اسلام میں داخل ہوں' اب آپ اپنا محاسبہ کیجئے اور کرتے رہیے کہ کیا آپ نے سو فیصدی اسلام کو قبول کیا اور سو فیصدی آپ اسلام پر عمل کر رہے ہیں؟ کیا آپ کی معاشرت بھی اسلام کے مطابق ہے' آپ کا معاشرتی نظام' آپ کے رواجات' آپ کی رسوم اور آپ کا جو معاشرتی' اجتماعی' خانگی نظام ہے' خانگی روایات ہیں' تاریخ ہے' اور آپ کے خاندانوں میں جو رسمیں اور معمولات رائج ہیں' آپ صرف ان کا خیال رکھیں کہ آپ اس معیار پر اترتے ہیں' اور آپ اس کو پورا کرتے ہیں؟ آپ اس کے بعد احکام شریعت کو نظر انداز کر دیں گے؟ جو معیاری و مثالی مسلمان تھے اور جو قیامت تک نمونہ رہیں گے' وہ ان احکام اور ہدایات کو کس طرح پورا کرتے تھے' ان تقریبات اور زندگی کے ان مواقع سے کس طرح سے گزرتے تھے؟

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت کوئی خالص روحانی جماعت نہیں تھی' یہ بات نہیں تھی کہ ان کو صرف عقیدہ کی ضرورت تھی' آپ ان کا مطالعہ کریں' سیرت اور احادیث کی کتابوں میں مساجد کا حال پڑھیں' ان کی نمازوں کا حال پڑھیں' ان کی تہجد گزاری اور شب بیداری کو دیکھیں' لیکن آپ ان کی شادیوں کو نہ دیکھیں' ان کی تقریبات کو نہ دیکھیں' یہ بھی اس روح کے خلاف ہو گا جو روح ہمیں اس آیت سے ملتی ہے کہ ادخلوا فی السلم کافۃ دین کو ہمیں پورے طور پر اپنے اندر جذب کرنا چاہئے اور اپنے کو دین کے تابع بنانا چاہئے' ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ' حیات مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے حالات اور سیرت کا مطالعہ بھی اسی وسیع نظر سے کرنا چاہئے۔

عرصہ سے یہ غلطی ہو رہی ہے' پورے عالم اسلام میں اور خاص طور پر ہمارے ملک میں کہ ہم صحابہ کرامؓ' اولیاء کرام' علماء ربانیین اور مصلحین و مجددین سب کے حالات میں صرف اس حصہ کو پڑھتے ہیں' جس کا تعلق عقیدہ سے ہی' عبادات سے ہے' ہم ان کے شادی بیاہ کی تقریبات کا مطالعہ نہیں کرتے کہ کس طرح انہوں نے انجام دیں' ہم ان کی عائلی زندگی کا' خانگی زندگی کا مطالعہ نہیں کرتے کہ وہ گھر میں کیسے رہتے تھے' اسی طرح نکاح و طلاق کے جو مسئلے ان کو یا ان کی اولاد کو پیش آتے تھے' وہ ان کو کس طرح حل کرتے تھے' جس طرح ان مسلمانوں کے بارے میں ایک تحفظ اور ریزرویشن ہے' ویسے ہی تاریخ کے بارے میں بھی الگ ریزرویشن ہے' کہ ہم کتاب کے صرف ان ابواب کو کھولتے ہیں جس کا تعلق عبادات سے ہے' ذکر و اذکار سے ہے' ان کی تبلیغ اور انفرادی کارناموں سے ہے' ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی شادیاں کیسے ہوتی تھیں' ان کا ترکہ کیسے تقسیم ہوتا تھا' جب طلاق کی ضرورت ہوتی تو وہ کس طرح طلاق دیتے تھے

میں ایک واقعہ صحابہ کرامؓ کے صدہا واقعات میں سے بیان کرتا ہوں' وہ واقعہ آنکھ کھول دینے والا اور ایک طرح سے چونکا دینے والا ہے' بلکہ ایک طرح سے وہ ایک ذہنی زلزلہ پیدا کرتا ہے' آپ خیال فرمایئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجر ہیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' آپؐ فرماتے ہیں۔

" عبدالرحمٰن خیریت ہے۔ آج تمہارے کپڑوں پر خوشبو نظر آرہی ہے۔"

فرمایا۔

" ہاں اللہ کے رسولؐ میں نے شادی کرلی ہے۔"

حیرت کی بات یہ ہے (میں حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے' اور جو مستند علماء بیٹھے ہوئے ہیں' ان کی تصدیق بالکل کافی ہے) یہ عرض کر رہا ہوں' پہلے آپ اپنے ذہن کو متوجہ اور بیدار کیجئے۔ یہ ایک ہلا دینے والا واقعہ ہے' ایک زلزلہ لے آنے والا واقعہ ہے' کہ اللہ کے رسول' خاتم النبیین' سید المرسلین' شفیع المذنبین' رحمۃ للعالمین مدینہ طیبہ کے اندر موجود ہیں' اور میں آپ کو اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر بتاتا ہوں' سیاحتوں کی بنا پر کہ جب کوئی برادری کہیں ترک وطن کرتی ہے تو عام طور پر ایک جگہ رہنا پسند کرتی ہے' مثلاً ہندوستان کے میمن اور خوجے جو بمبئی میں تجارت کرتے تھے' ان کو آپ تلاش کریں تو وہ سب آپ کو کراچی میں ملیں گے' اگر آپ ان کو تلاش کرنا چاہیں تو کراچی میں تلاش کر لیجئے' پڑھے لکھے لوگ' ادیب و شاعر اگر ملیں گے تو لاہور' اسلام آباد اور راولپنڈی میں ملیں گے' جو علمی مرکز ہیں' تو اس میں شہر نہیں بلکہ محلّہ کی تخصیص کر کے کہتا ہوں کہ یہ مہاجرین جو مکہ معظمہ سے آئے تھے وہ مدینہ طیبہ کے خاص حصہ اور علاقہ بلکہ ایک جوار میں سکونت پذیر ہوئے ہوں گے' کچھ روایات ہوتی ہیں' کچھ عادتیں ہوتی ہیں' مستورات کا ملنا جلنا ہوتا ہے' اور کچھ پچھلے واقعات ہوتے ہیں' یہ سب چیزیں مشترک ہوتی ہیں' اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ قریب ہی رہیں' تو یہ بھی یقینی بات ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رسول اللہ ﷺ سے (مکانی فاصلہ کے لحاظ سے بھی) زیادہ دور نہیں رہے ہوں گے' لیکن حیرت کی بات ہے' جس پر آدمی محو حیرت ہو جائے' اور اس پر ایک سکتہ طاری ہو جائے کہ مدینہ طیبہ میں عبدالرحمٰن بن عوف جیسا مہاجر اور جلیل القدر صحابی نکاح کرتا ہے اور اللہ کے رسول موجود ہیں' کم فاصلہ پر اور آپ ﷺ کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے' کچھ نہیں تو برکت ہی کے لئے' آج حال یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی برکت کے لئے آجایئے' آپ کا قدم پہنچ جائے' یہ مولویوں سے کہا جاتا ہے اور نیک دیندار لوگوں سے کہا جاتا ہے' آخر عبدالرحمٰن بن عوف کو یہ خیال کیوں نہیں ہوا کہ میں نکاح کر رہا ہوں' اور اللہ کے رسول یہاں اتنے قریب موجود ہیں' اور آپؐ کو زحمت نہ دوں' اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہو سکتی ہے' ناقدری کیا ہو سکتی ہے' بے ادبی کیا ہو سکتی ہے' لیکن یہ واقعہ ان کی نظر میں ایسا تھا کہ ان کو ایک لفظ بھی معذرت کا کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی' اور انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ کہیں کہ یا رسول اللہ (ﷺ) معاف فرمایئے' مجھے بالکل خیال نہیں رہا' یا فلاں بات مانع ہوئی' اور اسی طرح حیرت کی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بھی ایک لفظ شکایت کا نہیں فرمایا' حدیث کا دفتر موجود ہے' ہندوستان کے عظیم کتب خانوں میں یہاں کا کتب خانہ بھی ہے' میں دعوت دیتا ہوں' کوئی بتائے کہ حضور ﷺ نے شکایت کی ہو کہ عبدالرحمٰن تم ہمیں بھول گئے' ان کی ذکاوت تھی اور ان کی حقیقت شناسی تھی کہ انہوں نے سوچا کہ جتنی دیر میں حضور کو تکلیف دوں گا' معلوم نہیں کتنے لوگ آئیں اور اسلام قبول کریں' اور سب سے بڑی دولت جو نجات کا باعث ہے وہ اس کو حاصل کریں' ہم اس کے بجائے کہ آپ کو زحمت دیں' آپ کو تکلیف دیں اور وہ لوگ چلے جائیں کہ ہم پھر کبھی آئیں گے' تو اس سے بہتر یہ ہے کہ آپؐ اپنے مقام عالی پر تشریف رکھیں' اور لوگ آئیں' ہدایت پائیں' کلمہ پڑھیں' آپؐ کے دست مبارک پر اسلام لائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کے نزول کی کوئی ڈائری' روزنامچہ ہوتا وہ روزنامچہ اس طرح تو ہے کہ یہ سورۃ کہاں نازل ہوئی' کتنا پہلے نازل ہوا اور کتنا بعد میں' اگر ایسا ہوتا کہ (وقت شماری کے ساتھ' آیت شماری کے ساتھ) فلاں وقت یہ آیت نازل ہوئی اور فلاں وقت یہ آیت نازل ہوئی' کوئی اگر روزنامچہ لکھنے والا ہوتا تو یقین دلاتا ہوں کہ جتنی دیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح کی مجلس میں شرکت میں گزرتی' اس میں اتنی آیتیں نازل ہو گئیں۔

تو ایک بات یہ ہے کہ اس آیت کو اپنے ساتھ لے کر جایئے' دماغ پر نقش کر کے لے جایئے' کہ مطالبہ صرف اتنا نہیں ہے کہ اسلام قبول کرلو' اور اسلام میں داخل ہو جاؤ' بلکہ مطالبہ یہ ہے کہ اسلام میں سو فیصدی داخل ہو' تم بھی

سو فیصدی ہو اور اسلام بھی سو فیصدی ہو' نہ اس میں ریزرویشن نہ اس میں ریزرویشن اور آج کیا ہے جو لوگ اسلام کی دولت سے مشرف ہیں انہوں نے بھی تقسیم کر رکھی ہے کہ دین کا وہ شعبہ لیں گے اور دین کا وہ شعبہ چھوڑیں گے' اس کے وہ مکلف نہیں' وہ ان کی طاقت سے باہر ہے۔

"اصلاح معاشرہ" کی دعوت کا ایک اجمالی پیغام اور زندگی کا ایک رہنما اصول (جو زندگی کے تمام سرد و گرم اور نشیب و فراز اور مختلف النوع مرحلوں پر حاوی ہے) وہ یہ ہے یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' کافۃ کا تعلق دونوں سے ہے' داخل ہونے والوں سے بھی ہے' اور جس دائرہ میں داخل ہو رہے ہیں اس سے بھی ہے' وہ بھی کافۃ یہ بھی کافۃ' اس طرح نہیں کہ مسجد جائیں اور ایک قدم مسجد کے اندر رکھا' بس ہم مسجد میں داخل ہوگئے' یا دونوں قدم اندر رکھ دے اور اندر نہ جائے' یا اندر تو جائے لیکن نماز نہ پڑھے' یہ نہیں ادخلوا فی السلم کافۃ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ' اور عامل بن جاؤ" داخل "بھی ہو اور" عامل "بھی ہو۔

اس کے بعد دوسری آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے' سورۃ مائدہ کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افحکم الجاھلیۃ یبغون و من احسن من اللہ حکما القوم یوقنون کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں' میں حکم کے متعلق عرض کروں' عربی زبان سے ایک خصوصی تعلق رکھنے والے انسان کی حیثیت سے' اور عربی ذخیرہ کی چھان بین کرنے والے طالب علم کی حیثیت سے بھی حکم کا لفظ قرآن مجید میں بڑا وسیع اور بلیغ ہے' حکم کے معنی صرف قانونی فیصلہ کے نہیں "ترجیح" و "اختیار" کے بھی ہیں' کسی چیز کو ترجیح دینا اور کسی چیز کو اختیار کرنا یہ بھی حکم میں شامل ہے' حکم کا لفظ ان سب معانی پر حاوی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا جاہلیت کے فیصلہ کو' کیا جاہلیت کے انتخاب کو' کیا جاہلیت کے رجحان کو' کیا جاہلیت کے اصول کو وہ ترجیح دیتے ہیں' وہ چاہتے ہیں و من احسن من اللہ حکما القوم یوقنون اللہ تعالیٰ سے بہتر حکم دینے والا ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں کون ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ جاہلیت کے معنی بھی اب بہت فراموش ہوگئے ہیں' بہت گہرا مطالعہ کرنے والوں' اور جن کو سیرت نبویؐ پر اللہ تعالیٰ کچھ لکھنے اور تالیف کرنے کی سعادت عطا فرماتا ہے' وہ اس سے بحث کرتے ہیں' اور اس کا حق ابھی بہت کم ادا ہوا ہے' جاہلیت کے دور کی وسعت کو بہت کم لیا گیا ہے' میں کہتا ہوں ایک سیرت نگار کی حیثیت سے' اور ایک ایسے خوش قسمت انسان کی حیثیت سے جس کو اللہ نے سیرت کے موضوع پر لکھنے کی توفیق دی کہ جاہلیت کے مفہوم سے بھی ہمارا ذہن بہت ناآشنا ہوگیا ہے' جاہلیت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف جاہلیت عربیہ مراد ہے' اور جاہلیت عربیہ سے مراد ہے بت پرستی کا دور' دختر کشی کا دور' شراب نوشی کا دور اور رہزنی کا دور۔ ان کے سامنے صرف یہ آتا ہے' لیکن معاشرت' طرز معیشت' طرز زندگی' فیصلے کرنے کے معیار و اصول اور رغبات اور نفرتیں' یہ چیزیں جاہلیت کے تصور کے ساتھ ذہن میں نہیں آتیں' حالانکہ جاہلیت ان سب پر مشتمل ہے' اگر جاہلیت کا ترجمہ اردو میں کیا جائے تو اس کا جو ترجمہ حاوی ہے' اور ان سب چیزوں کو اپنے ضمن میں لے لیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دور ہے جو نبوت کی روشنی اور ہدایت سے محروم رہا ہے' قوم کا وہ دور جو نبوت کی روشنی اور ہدایت سے محروم رہا ہے' چا۔ ہے وہ یورپ ہو یا ساسانی مملکت ہو' چاہے وہ ہندوستان ہو چاہے وہ عرب ہو' میں اس کا ایک دوسرا ترجمہ کرتا ہوں "من مانی زندگی۔" جاہلیت کیا ہے' من مانی زندگی گزارنا' یہ روح ہے جاہلیت کی' جاہلیت کی اسپرٹ ہے' جو چیز اسلام کی مخالف اور متوازی ہے اور آسمان سے اللہ کے نازل کئے ہوئے ادیان سے' اور صحف سماوی سے' اور تعلیمات ربانی سے بے نیاز ہے' وہ یہ ہے کہ نبوت اور ہدایت آسمانی کی روشنی سے جو دور محروم ہو وہ جاہلیت ہے' اور اس میں پھر کیا ہوتا ہے' زندگی کیسے گزاری جاتی ہے' من مانی زندگی یعنی جو دل میں آئے' جو ہماری سوسائٹی' ہمارا ماحول چاہتا ہے اور جو معیار اس وقت مقرر ہو چکے ہیں اور "حیثیت عرفی" کے اظہار کے جو اصول مقرر ہوگئے ہیں' ہم تو اس پر چلیں گے' یہ ہے من مانی زندگی اور اس کو قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں "جاہلیت" کہا گیا ہے۔ دیکھئے اگر آپ احادیث کا جائزہ لیں تو آپ کو کئی جگہ ایسا معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ نے ایسی چیز پر بھی جس کا تعلق عقیدہ سے نہیں تھا' جاہلیت کا اطلاق فرمایا' ایک صحابی ہیں (جن کا نام نہیں لوں گا) ان کا معاملہ اپنے ملازم کے ساتھ کوئی مساویانہ نہیں تھا' آپؐ نے فرمایا انک امرؤ فیک جاھلیۃ تم ایک ایسے آدمی ہو' تمہارے اندر جاہلیت کی بو ہے' اب عقائد تلاش کرنے کی ضرورت نہیں' خادم کے ساتھ ایسا معاملہ رکھنا کہ یہ مالک ہے اور وہ مملوک ہے' اس کو جاہلیت کہا اور پھر اس سے بڑھ کر من تعزٰی علیکم بعزاء الجاھلیۃ جو تمہارے سامنے جاہلیت کی دعوت دے' عصبیت جاہلیت کی طرف بلائے' اور جاہلیت کا نعرہ لگائے۔ اس کے ساتھ سخت کلامی کرو' میں اس کو علماء کے لئے چھوڑ دیتا ہوں' اس کا پورا ترجمہ نہیں کروں گا' سخت سے سخت بات اس کے سامنے کہو ولا تکنوا اور کنایہ و اشارہ سے بھی کام نہ لو' اس کو جاہلیت کیوں کہا؟ اس کا تعلق تو عقیدہ سے نہیں' اس کا تعلق تو عقیدۂ توحید سے نہیں' ایمان بالآخرۃ سے نہیں' ایمان بالرسول سے نہیں' تو معلوم ہوا کہ اسلام صرف اسی کا مطالبہ نہیں کرتا' اسلام صرف اسی کا نام نہیں ہے' کہ عقائد صحیح ہوں' مجھے معاف کیا جائے میں بغیر کسی تنقیص کے کہتا ہوں' اسلام صرف اس کا نام نہیں ہے کہ صرف عقائد صحیح ہوں اور نمازوں کی پابندی اور عبادات اور اس کے علاوہ جو چیزیں عقائد اساسیہ میں آجاتی ہیں وہ اس کے دائرہ میں ہیں لیکن ہم شادی کرنے میں آزاد ہیں' ہم پردہ کرنے نہ کرنے میں آزاد ہیں' ہم مقدمات عدالتوں میں لے جانے میں آزاد ہیں۔ ہم اپنے مال کی تقسیم میں آزاد ہیں' ہم ان سب چیزوں میں آزاد ہیں' اس لئے ہم سے ان سب چیزوں میں کوئی کچھ نہ پوچھے' اور ہمیں نہ ٹوکے' یہ دین کے دائرہ میں نہیں آتا' یہاں کا اصل پیغام جس کے لئے آپ کو زحمت دی گئی ہے' یہ ہے کہ آپ دین کا صحیح مفہوم سمجھ لیں۔ ایک ہے "اسلام" ایک ہے "جاہلیت" اب آپ یہ دیکھئے کہ جو زندگی گزر رہی ہے مسلمانوں کی وہ اسلام کے مطابق ہے سو فیصدی اسلام کلی اتباع چاہتا ہے جو آیت میں کہا گیا ہے ادخلوا فی السلم کافۃ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ' اس لئے اس کی ہرگز گنجائش نہیں کہ مسلمان دین کے بہت سے احکام کے پابند رہیں اور ان کا احترام و اہتمام کرتے رہیں مگر زندگی کے شعبوں میں اور رواجوں میں آزاد رہیں۔ مجھے معاف کیا جائے تحقیر مقصود نہیں' وضاحت مقصود ہے۔

صاحب! شادی بیاہ میں بھی دین کا نام لینا اور اس میں بھی سنت و شریعت کا حوالہ دینا' اس کا بھی احتساب کرنا کہ یہ شادی اتنے دھوم دھام سے کیوں ہوئی؟ صاحب اللہ نے دولت دی تھی اور ہمارے کنبہ کا ہمارے خاندان کا اور ہم جہاں رہتے ہیں وہاں یہی دستور تھا لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ کا عائلی قانون بھی وہی ہو' جو قرآن مجید نے دیا ہے اور شریعت نے اس کی تشریح کی ہے اور علمائے اسلام اور فقہائے کرام نے (اللہ ان کو بہتر جزائے خیر عطا فرمائے) انہوں نے اس کے لئے اپنی راتوں کی نیندیں قربان کی ہیں' اور اپنی صحت کو خطرہ میں ڈالا ہے اور ملت اسلامیہ کو مستغنی کردیا ہے۔

میرے بزرگو! دوستو اور عزیزو' یہ آیتیں ہیں' آپ ان کو اپنے ذہن میں لے کر جایئے ایک تو مطالبہ ہے کہ اسلام میں داخل ہو کلی طور پر تم بھی کلی طور پر اور تمہارا اسلام بھی کلی طور پر' یہ نہیں کہ عقائد سر آنکھوں پر' اللہ بچائے ذرہ برابر انحراف نہیں ہوگا' عبادات میں ذرہ برابر بھی ہم سے تساہل نہ ہوگا لیکن صاحب یہ کہ شادی کس طرح ہو' اور نکاح و طلاق کے مسائل ہیں' اور تقسیم میراث کے مسائل ہیں اور پھر بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو خاندان میں پیش آتی ہیں' اس میں آپ ہم کو آزاد چھوڑ دیجئے' بالکل اس کی مہلت نہیں یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان اور خطوات الشیطان میں بھی بڑی بلاغت ہے کہ اگر تم نے یہ نہیں کیا تو پھر اتباع خطوات الشیطان ہوگا' یہاں پر اس لئے اس کا بھی ذکر کیا' اللہ صرف فرمادیتا ادخلوا فی السلم کافۃ لیکن اس کا جو متوازی ہے وہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان ہے۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' کہ خطوات الشیطان ہے' یہ گھروں کو لٹا دینا' یہ جائیدادوں کو قرق کرو دینا یہ سودی قرض لینا' اور اس خوشی میں راتوں کو جاگنا' صحت کو خراب کرلینا'

یہ سب اس لئے ہے کہ نام ہوجائے اور شان ہو کہ فلاں صاحب کے یہاں بارات آئی تھی' اس میں دو سو موٹریں تھیں اور اتنی بڑی بارات تھی' اور اس سب کو فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرایا گیا' میرے نام دعوت نامے آتے ہیں اس میں لکھا ہوتا ہے کہ آپ فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہریں گے۔ یہ ساری چیزیں "عرف" میں داخل ہوگئی ہیں' جو عربی کا بہت بلیغ لفظ ہے' جس کا ترجمہ ہے رسم و رواج اور اصول زندگی۔

ہمارے بمبئی کے ایک دوست نے ذکر کیا کہ ایک مجلس نکاح میں کھجور' چھوہارے تقسیم کرنے کے بجائے جو مسنون ہے نوٹ تقسیم کئے گئے' سو سو روپے' پچاس پچاس روپے' دس دس روپے کا نوٹ' کتنے ہزار روپے صرف اس نکاح میں صرف ہوگئے' کہاں سے اس کی اجازت ملی ہے۔

حضرات! ہمارا مقام و منصب تو یہ تھا کہ ہمارے ہندوستان میں اتنے دن سے رہنے سے ہندوستان کی قدیم قوم جو تھی' اس کے اندر ایک ہلچل پیدا ہوجاتی' غور و فکر کرنے کی زبردست تحریک پیدا ہوتی اور وہ اپنے پورے معاشرہ کا جائزہ لیتی' اور پھر وہ ان خصوصیات و فوائد کو جو مسلمانوں کے ان چیزوں سے بچنے سے حاصل ہوتے ہیں' دیکھ کر خود وہ ان رسوم کو چھوڑتے معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کے اس ملک میں آنے سے ایک معاشرتی انقلاب آگیا۔ تہذیبی انقلاب ہوگیا مگر افسوس ہے کہ بجائے اس کے ہم ان کو دیتے' ہم نے ان سے لیا' ایک ایک چیز کی تاریخ بتائی جاسکتی ہے' اگر معاشرہ کی تاریخ پر کوئی کتاب لکھی گئی ہوتی تو آپ کو اس سے پتہ چل جاتا کہ فلاں رسم فلاں طبقہ سے لی گئی ہے اور فلاں رسم فلاں زمانے سے رائج ہوئی ہے' سب کی تاریخ مل جاتی' آغاز کی تاریخ مل جاتی۔

اور دوسری طرف فرمایا افحکم الجاھلیة یبغون کیا جاہلیت کے رسم و رواج کو چاہتے ہیں' کیا جاہلیت کے ترجیح و انتخاب کو چاہتے ہیں' جاہلیت کے فیصلہ کو چاہتے ہیں' میں نے عرض کیا کہ حکم کے معنی صرف فیصلہ کے نہیں بلکہ ترجیح و اختیار کے بھی آتے ہیں' یعنی آدمی کسی چیز کو اختیار کرتا ہے جو قوت محرکہ ہوتی ہے جو اس کی دلیل ہوتی ہے' وہ بھی اس کے اندر شامل ہوتی ہیں' کیا جاہلیت کا فیصلہ قبول کریں گے' جاہلیت نے جس چیز کو ترجیح دی ہے' اختیار کیا ہے' اس کو اختیار کریں گے' اس پر چلیں گے' یہ جائز نہیں۔

اب آپ حضرات یہاں سے عزم کرکے جائیں' یہ ارادہ کرکے جائیں کہ ہمارے گھر میں یہ ہرگز نہ ہوسکے گا' آپ اپنے دل میں قسم کھالیں کہ اب خلاف شریعت رسوم ہمارے گھر میں' ہمارے یہاں' ہمارے خاندان میں ادا نہیں کی جائیں گی' یہ ظلم نہیں ہوگا کہ جہیز کا زبردست مطالبہ کیا جائے' خدا کی پناہ' خدا کی ذات حلیم ہے' ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک بیاہی ہوئی لڑکی کو جو ابھی بیاہ کر آئی ہے ارمانوں کے ساتھ آئی ہے اور بڑی امیدوں کے ساتھ اس کو رخصت کیا گیا ہے' اعزاز کے ساتھ اس کا استقبال کیا گیا ہے صرف اس جرم میں کہ وہ دس ہزار روپے نہیں لائی ہے اس کو مار ڈالا جاتا ہے' میں نے ایک اخبار میں پڑھا دہلی میں ایک دلہن آئی اور اس کے گھر والوں سے دس ہزار روپے کا مطالبہ کیا گیا تھا' وہ نہیں لائی' اس کو جلادیا گیا اور اس کا خاتمہ کردیا گیا اگر اس پر زلزلہ آجائے' اللہ محفوظ رکھے اور ان الفاظ کو نہ پکڑے' اس پر زلزلہ آئے' اس پر بجلی گرے' اس پر کوئی دوسری قوم آکر حملہ کرے' کوئی تعجب کی بات نہیں' اللہ کو اپنی مخلوق عزیز ہے' اور ایسی عزیز ہے انه بکم رؤف رحیم وہ تمہارے ساتھ رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے' پھر اس کی پالی ہوئی' پھر مرضوں سے بچائی ہوئی' آفتوں سے بچائی ہوئی اور بڑے ناز و نعم کے ساتھ رکھی ہوئی ایک جان آپ کے یہاں آتی ہے اور بڑے ارمانوں کے ساتھ آتی ہے' اور آپ مانگ کر لاتے ہیں' خوشامد کرکے لاتے ہیں' دس ہزار کی وجہ سے' لعنت ہو ایسے دس ہزار روپے پر' جس کی وجہ سے کسی انسان کی جان جائے' ڈرنا چاہئے اللہ کے غضب سے' ایک جان اللہ کو تمہارے کروڑوں روپے اور تمہاری سلطنتوں سے زیادہ عزیز ہے۔ آدم علیہ السلام کو کس پیار و محبت کے ساتھ پیدا کیا گیا' ان کا فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا' اس آدم کی اولاد کے ساتھ آپ کا یہ معاملہ ہے۔

یہی میں فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں کہتا ہوں' کسی کمہار کے یہاں جاکر تم ایک گھڑا توڑ کر دیکھو' وہ تمہارا سر توڑ دے گا' اور اللہ کی مخلوق اتنی بھی قیمت نہیں رکھتی کہ تم انسانوں کے سر توڑو' انسانوں کی جان نکالو' ایک نہیں' پچاسوں' سیکڑوں' ہزاروں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری مسرتوں کی تقریبات میں داخل ہوگئی ہیں اور وہ چیزیں ہیں غضب الٰہی کو بلانے والی ہیں تو پھر کیسے ان مسرتوں کی تقریب میں برکت ہو' کیسے اللہ کی نصرت ان کے ساتھ شامل ہو اور پھر نسل میں بھی وہ دین منتقل ہو اور وہ خصوصیات منتقل ہوں۔

بس حضرات! اگر میں نے حدود سے تجاوز کیا اور میری زبان سے سخت لفظ نکلے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معافی چاہتا ہوں' مگر کوئی وقت ایسا ہوتا ہے اور اس کی مثالیں ہمیں رحمۃ للعالمین کی سیرت میں بھی ملی ہیں کہ کسی وقت ایسے سخت لفظ بھی بول دیئے جاتے ہیں من تعزی علیکم بعزاء الجاھلیة اس کے معنی اگر آپ کسی عالم سے پوچھیں تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں جو تمہارے سامنے جاہلیت (خلاف اسلام) کا نعرہ لگائے' اس کے کسی فعل یا رواج کی تحسین کرے تو تم سخت لفظ استعمال کرو اور ذرا بھی رعایت' اشارہ اور کنایہ سے کام نہ لو' کون کہہ رہا ہے' وہ رحمۃ للعالمین فرمارہے ہیں اور جو سراپا رافت و رحمت ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں مثال نہیں مل سکتی۔ اس سے آپ اندازہ کیجئے کہ جاہلیت کو' جاہلی زندگی کو' جاہلیت کے معیاروں کو' جاہلی دعوتوں کو کس نظر سے خدا نے بھی دیکھا ہے' اور اس کے رسولؐ نے بھی دیکھا ہے' وہ چیزیں اپنے گھروں میں آئیں' ہماری معاشرت کے جزو بن جائیں' ہمارے واجبات و فرائض میں داخل ہوجائیں' جہیز اتنا لاؤ' شادی دھوم دھام سے ہوگی۔ نہیں' مسجد میں جایئے اور کسی عالم سے نکاح پڑھوا لیجئے' ہم نے تو نکاح دیکھے ہیں عصر کی نماز ہوئی' کہہ دیا گیا کہ ایک نکاح ہوگا' قریب ترین عزیزوں میں بھی سب کو نہیں معلوم' اور وہیں کے ایک عالم کھڑے ہوگئے' انہوں نے خطبہ مسنونہ پڑھا' ایجاب و قبول کرایا اور چلے گئے' یہاں سے آپ عہد و ارادہ اور عزم کرکے جائیں کہ اپنے گھر میں یہ نہ ہونے دیں گے اور حتی الامکان آپ ان تقریبات میں باعث رونق اور باعث فخر نہیں بنیں گے' یہاں تو یہ ہوتا ہے' شرعی مجبوری کی بات الگ ہے' لیکن آپ ان عزیزوں اور خاندان والوں کو محسوس کرایئے' محلہ والوں کو آپ محسوس کرایئے کہ یہ خلاف شریعت ہے' یہ خلاف شریعت بھی ہے' اور خلاف عقل بھی ہے اور خلاف مصلحت بھی ہے' یہاں سے ارادہ کرکے جائیں۔

بقیہ: مرزا کے سات دن

ایمان ہے اور جو آنحضرت ﷺ کو "نبی صادق" مانتے ہیں۔ انہیں ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان علامات کو رکھنا چاہئے' جو آنحضرت ﷺ نے بڑی تفصیل و تشریح کے ساتھ بیان فرمائی ہیں' اور دوسری طرف مرزا صاحب کا سراپا ان علامات سے ملانا چاہئے۔ اگر علم اور بصیرت اللہ تعالیٰ نے دی ہو تو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ایک علامت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے' ہاں جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ ہی سے تعلق نہ ہو' نہ آپ کی کسی بات پر ایمان ہو' ان کو اختیار ہے کہ اپنے لئے جو راستہ چاہیں تجویز کریں۔

مفت مشورہ برائے خدمت خلق — دبلا پن — قد بڑھایئے

ہمارے پاس شفاء کی کوئی گارنٹی نہیں۔ شفاء کی گارنٹی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ پچکے گال، دبلے پتلے کمزور جسم کو مضبوط، سمارٹ، طاقتور اور خوبصورت بنانے ... بھوک بڑھانے ... اولاد سے محرومی ... لڑکے لڑکیاں اپنا قد بڑھانے کیلئے ...

مخصوص امراض — پچکے گال — گنجا پن

بالوں کو لمبا، نرم، گھنا، کالا کرنے، گنجا پن، سکری، خشکی سے نجات کیلئے ... مردانہ، زنانہ پرانے امراض کیلئے چالیس سالہ تجربہ ... ادویات کے مفت مشورہ کیلئے جوابی لفافہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ فون دکان 680840 فون رہائش 680795

پتہ: حکیم بشیر احمد بشیر رجسٹرڈ کلاس اے گورنمنٹ آف پاکستان محلہ غلام محمد آباد چاندنی چوک فیصل آباد پوسٹ کوڈ 38900

ادارہ

زندگی کا امتحان

پرچہ آؤٹ ہو گیا' دانش مند وہ ہے جو ابھی سے تیاری شروع کر دے

امتحانات کا یہ قاعدہ سب کو معلوم ہے کہ ان میں پوچھے جانے والے سوالات پوشیدہ رکھے جاتے ہیں۔ اور طالب علم کو عین امتحان کے وقت ان کی اطلاع ہوتی ہے تاکہ اس کی قابلیت کا صحیح صحیح جائزہ لیا جاسکے۔

یہ طریق کار سبھی امتحانات میں اختیار کیا جاتا ہے مگر ایک امتحان ایسا ہے جو اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے حالانکہ یہ انسان کے لئے سب سے بڑے امتحان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی کامیابی اصل کامیابی اور اس کی ناکامی اصل ناکامی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے سارے امتحانات ذیلی اور ضمنی درجہ رکھتے ہیں۔ یہ امتحان ہماری زندگی کا امتحان ہے۔ اس کا ممتحن خود خالق کائنات ہے مگر اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ اس نے پوچھے جانے والے سوالات کو پہلے ہی سے الم نشرح کردیا ہے۔ اس حیثیت کے ہوئے پرچے کو حاصل کرنے کے لئے قطعاً کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اس نے از خود اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعہ ان سوالوں کو پہلے سے آؤٹ کروایا ہے اور یہ بتادیا ہے کہ جب تم دنیا میں اپنی زندگی کی مہلت ختم کرکے میرے دربار میں حاضر کئے جاؤ گے تو میں تم سے چند سوالات پوچھوں گا۔ اگر تمہارے پاس ان کا ٹھیک ٹھیک جواب ہوا تو تم کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ ناکام۔

ہمارے رسول مقبول ﷺ نے اپنے ارشادات میں ایسے سوالات کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے اور آپ کی ایک حدیث تو ایسی ہے جس میں بڑی جامعیت کے ساتھ آخرت میں پوچھا جانے والا پورے کا پورا پرچہ پیشگی بیان کردیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"انسان کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے ہلنے نہیں پائیں گے' جب تک اس سے پانچ باتوں کے متعلق سوال نہ کرلیا جائے۔"

اور وہ پانچ سوال کون سے ہیں۔ فرمایا پہلا سوال ہوگا۔

"اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کہاں کھپایا۔"

گویا پہلا سوال اس مہلت عمر کے متعلق پوچھا جائے گا جو برف کی طرح ہر آن پگھلتی جارہی ہے اور گھڑی کی ہر ٹک ٹک کے ساتھ جس میں کٹوتی ہوتی چلی جارہی ہے مگر ہم یہ سمجھتے ہیں جیسے یہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ ابھی خدا کے سامنے سر جھکانے کی کیا ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے زوال کی اس سے واضح علامت اور کیا ہوگی کہ آج ان کے یہاں وقت کی سخت ناقدری کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ وقت کی پابندی انگریزوں پر ختم ہے حالانکہ اسلام نے وقت کو یہ عزت بخشی کہ خود خالق کائنات نے وقت کی قسم کھائی۔

اس نے اپنے رسولؐ کی زبانی اہل دنیا کو پیغام دیا۔

"زمانے (وقت) کو گالی مت دو اس لئے کہ زمانہ میں خود ہوں"

افسوس کہ اب مسلمان وقت کو فضول برباد کرتے ہیں اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ گزرے ہوئے ایک لمحے کے عوض ساری کائنات ہی کیوں نہ دے دی جائے پھر بھی اسے واپس نہیں لایا جاسکتا۔ دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ابھی سے اس سوال کے جواب کی تیاری کریں اور روزانہ رات کو سونے سے پہلے اپنے دن بھر کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں اور اس طرح محاسبہ ذات کی عادت ڈال کر وقت کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی کوشش کریں۔

دوسرا سوال بھی بتادیا' فرمایا دوسرا سوال ہوگا۔

"اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کن چیزوں میں جتلا کیا۔"

ایک سوال مجموعی عمر کے بارے میں ہوگا' جوانی اس میں شامل ہے۔ مگر دوسرے سوال میں جوانی کی تخصیص ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم شباب انسانی عمر کا بہترین حصہ ہے۔ یہ اس کا جوہر اور نچوڑ ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جوانی میں انسان کے دل میں جو امنگیں اور ولولے پائے جاتے ہیں اور اس زمانے میں وہ جو بلند عزائم اور مضبوط قویٰ رکھتا ہے' عمر کے دوسرے حصے اس سے خالی ہوتے ہیں۔ پھر یہ زمانہ جذبات کے طلاطم کی وجہ سے بطور خاص آزمائش و امتحان کا بھی ہوتا ہے' حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی لئے "جوان پارسا" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔

اس سوال کے پیش نظر نوجوانان ملت کو جائزہ لینا چاہئے کہ وہ زندگی کے اس بہترین حصہ کو کہاں اور کس طرح خرچ کر رہے ہیں۔ کیا ان کا وقت چنگیں اڑانے' سینما دیکھنے' آوارہ گردی کرنے اور فضول خرچی کرنے میں تو بسر نہیں ہوتا؟ کیا ان میں محمد بن قاسم کی پاکیزہ جوانی کا کچھ بھی رنگ پایا جاتا ہے؟ اگر نہیں تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا' وہ اب بھی سنبھل سکتے ہیں اور مولانا حالی مرحوم کے اس زریں مشورہ پر عمل کرسکتے ہیں کہ۔

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کرلو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

تیسرا سوال ہوگا۔

"اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا؟"

یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے کتنا مال کمایا' تم کروڑ پتی تھے کہ نہیں' بنگلہ' کوٹھی' بینک بیلنس رکھتے تھے کہ نہیں کیونکہ ان باتوں کی عدالت آخرت میں کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ وہاں عزت و ذلت کا معیار یہ نہیں ہوگا کہ کون امیر ہے اور کون غریب' وہاں تو عزت اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ اس لئے سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ کمایا کہاں سے کمایا۔ حلال راستے سے کمایا حرام راستے سے۔ اگر دولت غریبوں کا خون چوس چوس کر اور دوسروں کے حقوق غصب کرکے جمع کی ہے۔ سودی کاروبار اسمگلنگ اور بلیک سے حاصل کی ہے تو سوچ لیجئے کہ اس سوال کا جواب کیا ہوگا وہ یہ حرام کی کمائی جس پر آج اتراتے پھرتے ہو کہاں تک تمہارے کام آئے گی۔

چوتھا سوال بھی بتادیا' فرمایا وہ بھی مال کے متعلق ہوگا کہ اسے کہاں خرچ کیا۔ مال کے متعلق ایک سوال تو یہ تھا کہ کہاں سے کمایا' دوسرا سوال یہ ہوگا کہ کہاں خرچ کیا۔ پوچھنے والا دریافت کرے گا کہ یہ جو مال میں نے امانت کے طور پر تمہارے حوالے کیا تھا اور تمہیں اچھی طرح سمجھادیا تھا کہ اسی میں تمہارا' تمہارے بال بچوں کا' اعزہ و اقربا کا' یتیموں اور بیواؤں کا' پڑوسیوں اور مسافروں کا کتنا کتنا حق ہے۔ اسے تم نے کن مدات میں خرچ کیا۔ کیا ایسا تو نہ تھا کہ تم اس مال کو امانت کے بجائے ملکیت سمجھ بیٹھے اور اسے تم نے دینے والے کی مرضی کے بغیر جہاں چاہا خرچ کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہماری جنت میں تمہارا داخل ہونا اتنا ہی مشکل ہے جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا۔

پانچواں اور آخری سوال ہر انسان سے یہ پوچھا جائے گا کہ وہ جو کچھ جانتا تھا اس پر اس نے کہاں تک عمل کیا۔ یعنی یہاں بھی یہ سوال نہ ہوگا کہ تمہارے پاس کون سے دارالعلوم یا کالج کی ڈگری تھی یا تم کتنی کتابوں کے مولف و مصنف تھے۔ صرف اتنا پوچھا جائے گا کہ جو کچھ تم جانتے تھے اس پر تم نے کہاں تک عمل کیا۔

یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ان پڑھ آدمی جزئیات پر نظر نہ رکھتا ہو مگر کیا وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ دوسروں کا حق مارنا' جھوٹ بولنا' دنگا فساد اور دھوکا فریب کرنا اللہ کو ناپسند ہے وہ یقیناً جانتا تھا' اس لئے اسے جواب دینا ہوگا کہ اس کا عمل

باقی ص ۲۷ پر

تعارف وخدمات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

محمد اسماعیل شجاع آبادی، مبلغ ختم نبوت

امیر شریعتؒ نے ناموافق حالات کے باوجود مرزائیت سے نمٹنے کا فیصلہ کرلیا تھا

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا تو انفرادی طور پر علماء و مشائخ اس شجرۂ خبیثہ کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے انفرادی طور پر مصروف پیکار رہے۔ لیکن جماعتی سطح پر جس طبقہ نے فتنہ مرزائیت کے خلاف جہاد شروع کیا وہ تھی "مجلس احرار اسلام ہند۔" جس کے سرفروش قائدین و مجاہدین نے اپنی شعلہ بار خطابت کے ذریعہ انگریز کی ساختہ و پرداختہ "قادیانی نبوت" کے "خرمن امن" کو پھونک ڈالا۔ تاآنکہ ۱۹۴۷ء میں انگریزی اقتدار رخت سفر باندھ کر رخصت ہوا۔ تقسیم ہوئی پاکستان منصہ شہود پر آیا۔ مرزا بشیر الدین محمود اپنے "ارض حرم" قادیان سے برقع اوڑھ کر لاہور آپہنچا۔ پاکستان میں دجل و تلبیس کا نیا دارا لکفر "ربوہ" کے نام سے آباد کیا۔ اور سرفروشان احرار کا قافلہ لٹ پٹ چکا تھا۔ ادھر ملک کے کلیدی عہدوں پر مرزائیوں نے ایک منصوبہ کے تحت قبضہ جمالیا۔ اور مرزائیوں کو یقین تھا کہ جو ہمارے مقابلہ میں آئے گا اسے شرپسند اور باغی قرار دے کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا یا کم از کم پابند سلاسل تو ضرور کردیا جائے گا۔

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ناموافق حالات کے باوجود مرزائیت سے نمٹنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ ملتان کی چھوٹی سی مسجد "سراجاں" حسین آگاہی میں ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۲ء میں اپنے احباب و مخلصین کا اجلاس طلب فرمایا جس میں شاہ جیؒ کے علاوہ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ مولانا شیخ احمد بورے والا، مولانا تاج محمود فیصل آبادیؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا غلام محمد (حال علی پوری) شریک ہوئے۔ کافی غور و خوض کے بعد "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" کے نام سے ایک غیر سیاسی اور تبلیغی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اور مروجہ سیاسیات سے علیحدگی کا اعلان کردیا گیا۔ اس نئی تنظیم کا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو پہلا قائد و امیر منتخب کرلیا گیا۔ ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعتؒ اس دنیائے فانی سے رحلت فرماگئے اور جماعت یتیم ہوگئی۔

شاہ جیؒ کی وفات کے بعد خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو جماعت کا قائد چنا گیا تو وہ بھی ۲۳ر نومبر ۱۹۶۶ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔ ان کے بعد مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کو امیر منتخب کیا گیا جو ۲۱ر اپریل ۱۹۷۱ء تک جماعت کو حسن و خوبی کے ساتھ چلاتے رہے۔ آپ کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کو چوتھا امیر منتخب کیا گیا۔ مولانا موصوف ۱۷ر جولائی ۱۹۷۳ء کو اپنے رفقاء اور احباب سے جاملے تو عارضی طور پر چھ ماہ کے لئے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کو مسند امارت سپرد کردی گئی۔ مولانا مرحوم نے ضعف و عوارض کی بناء پر اس عہدہ جلیلہ سے معذوری کا اظہار فرمایا تو جماعت خلا میں گھومنے لگی اور یہ ایسا زبردست بحران تھا کہ جس سے اس عظیم الشان تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ لیکن پروردگار عالم نے اپنے محبوب ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی مسند پر ۱۸ر اپریل ۱۹۷۴ء کو سرفراز فرمایا۔ تو خداوند عالم نے حضرت بنوریؒ سے وہ کام لیا کہ دنیا عش عش کراٹھی۔ آپ کی پرخلوص قیادت کی برکت سے چہار دانگ عالم میں جماعت کا پھریرا بلند ہوا۔ حضرت بنوریؒ نے اس شرط پر جماعت کی زمام قیادت سنبھالی کہ شیخ المشائخ مولانا خان محمد کندیاں شریف نائب امارت قبول فرمائیں۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد پر آپ نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول فرمائی اور تاہنوز مجلس کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے بہرہ ور فرماتے چلے آرہے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

حضرت بنوریؒ کو جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ہوئے ابھی ۳ ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ۲۹ر مئی کو ربوہ کا حادثہ رونما ہوا۔ حضرت بنوریؒ ان دنوں سوات کے سفر پر تھے۔ کسی نے اطلاع دی تو چند لمحے توقف کے بعد فرمایا۔

عدوے شر بر انگیزد کہ خیر ما دراں باشد

آپ سوات سے فوراً واپس ہوئے اور تمام مکاتب فکر، سیاسی و مذہبی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرکے "مجلس عمل" تشکیل دی۔ جس کی زمام قیادت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔ آپ نے اپنی دور رس نگاہوں سے تحریک کو تشدد سے کنارہ کش رکھا۔ تاآنکہ مسئلہ قومی اسمبلی کے ایوان میں پہنچا۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے دو ماہ میں ۲۸ اجلاس کئے اور ۹۶ نشستیں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب شائع کی گئی۔ قادیانیوں کی ربوائی اور لاہوری پارٹی کے سربراہوں نے اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کتابچے پیش کئے۔ ربوائی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد آنجہانی پر ۱۱ دن تک ۴۲ گھنٹے اور لاہوری جماعت کے امیر مسٹر صدر الدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔ اس طرح ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو صبح ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ جس پر مسلمانان عالم میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ چودھویں صدی میں نبی مکرم ﷺ کا عظیم معجزہ تھا کہ قادیانی ناسور کو ملت اسلامیہ کے جسد اطہر سے الگ کردیا گیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت ایک عالمی تحریک

حضرت بنوریؒ ۷ر ستمبر کے فیصلہ کے بعد خاموش نہیں بیٹھے بلکہ اس عظیم الشان فیصلہ کے تقاضوں کو پورا کرنا شروع کردیا۔ خود بھی کئی ایک ممالک کا تبلیغی دورہ کیا اور جماعت کے مرکزی مبلغین کی ایک کھیپ کو مختلف ممالک میں قادیانی فتنہ کے استیصال کے لئے مامور فرمایا۔ چنانچہ سب سے پہلا سفر آپؒ نے ۱۹۷۴ء کے اواخر میں انگلستان کا فرمایا جس کی ابتداء حرمین شریفین کی حاضری سے ہوئی۔ عوارض و موانعات کے باوجود آپ ۲۲ر نومبر ۱۹۷۴ء کو انگلستان پہنچے۔ جہاں کے مختلف شہروں مثلاً ہڈر سفیلڈ، بولٹن، ڈیوزبری، بلیک برن، پوسٹن، بریڈ فورڈ، گلاسٹر اوالسال، برمنگھم، ولور، ہملٹن، کونٹری، لسٹ اور لندن کے مختلف مقامات پر مختلف موضوعات پر خطاب کیا۔

دوسرا سفر آپ نے جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی معیت میں ایک درجن افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ یہ سفر چالیس روز تک جاری رہا۔ اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ قادیانیوں نے مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر حضور ﷺ کے دامن ختم المرسلینی سے وابستگی کا اعلان کیا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

انڈونیشیا کے ایک بہت بڑے عالم شیخ حسین الحبشی مشرق وسطی کے دورہ سے واپسی پر کراچی حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ قادیانیوں سے ہمارا معرکہ رہتا ہے۔ جب مرزا غلام احمد کا کوئی حوالہ پیش کرتے ہیں تو مرزائی اصل کتاب کا مطالبہ کرتے ہیں تو حضرت نے مولانا موصوف کی نہ صرف ہمت افزائی فرمائی بلکہ مبلغ اور لٹریچر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس سفر پر جماعت کے بانی ممبر اور عظیم عالم مولانا عبدالرحیم اشعر اور مناظر ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کو روانہ فرمایا۔ وہاں مختلف موضوعات پر ان حضرات کے بیانات ہوئے، جن کا مقامی زبانوں میں ترجمہ ہوتا رہا اور کئی ایک تقریریں ریڈیو پر نشر کی گئیں۔ اور سب سے اہم کام یہ کیا کہ دو صد وکلاء، علماء، طلباء کی قادیانیت پر مکمل

تیاری کرائی۔ واپسی پر شیخ حسین حبشی نے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ ان حضرات کا قیام اگرچہ ایک مہینہ رہا لیکن ہم نے ان سے ایک سال کا استفادہ کیا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں مجلس کے ایک اور مبلغ مولانا سید منظور احمد شاہ نے ابو ظہبی' کویت' بحرین کا دورہ کیا۔ وہاں کے شیوخ و حکام کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کیا چنانچہ وہاں کے چیف جسٹس شیخ احمد ابن عبدالعزیز نے ایک فیصلہ قادیانیوں کے خلاف لکھا جسے مجلس نے "قادیانیوں کا ایک اور عبرت ناک انجام" کے نام سے شائع کیا۔

۱۹۷۵ء میں مولانا مقبول احمد ساہیوالی کو انگلینڈ کے مبلغ کی حیثیت سے روانہ فرمایا۔ مولانا اسعد اللہ شاہ طارق کو جزائر فجی آئی لینڈ کے مبلغ و داعی کی حیثیت سے بھیجا۔ حضرت بنوری کے دور میں جماعت نے نشر و اشاعت' تبلیغ' مساجد و مدارس کی تعمیر میں خوب ترقی کی۔ تا آنکہ حضرت بنوری ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو راہی عالم جاودانی ہوئے۔ حضرت بنوری کے بعد شیخ المشائخ' خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم کو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا امیر منتخب کیا گیا۔ تاہنوز حضرت ہی جماعت کے قائد و امیر چلے آرہے ہیں۔ خداوند قدوس حضرت والا کی زندگی میں برکات نصیب فرمائے (آمین)۔

حضرت والا کے دور امارت میں جماعت نے بحمدہ تعالیٰ بہت ہی ترقی کی۔ آپ کے دور امارت میں ۱۹۸۴ء میں تیسری مرتبہ تحریک کی بنیاد رکھی گئی اور مارشل لاء گورنمنٹ کے سامنے مطالبات رکھے۔ ملک کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں میں کانفرنسیں' جلسے' جلوس منعقد ہوئے۔ تا آنکہ مجلس عمل نے فیصلہ کیا کہ اگر ۲۷ر اپریل ۱۹۸۴ء تک ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو پورے ملک میں مرزائیوں کی عبادت گاہوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو رحمت عالم ﷺ نے منافقین کی نام نہاد "مسجد ضرار" کے ساتھ کیا تھا۔

مارشل لاء کے دور میں کسی تحریک کی کامیابی عظیم چیلنج ہوتی ہے۔ چنانچہ ۲۷ر اپریل کو راولپنڈی "مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار" میں آخری کانفرنس رکھی گئی۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو بعض ہمدردان قوم و ملت نے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا تو جنرل صاحب نے مجبوراً ایک آرڈیننس کا اعلان کیا' جس میں مرزائیوں کو "اسلامی اصطلاحات" استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ جس پر پورے ملک میں صدائے تحسین بلند ہوئی۔ یہ درحقیقت حضرت دامت برکاتہم کی دعاؤں اور کارکنان ختم نبوت کی محنت کا نتیجہ تھا۔ آرڈیننس کا اعلان تو کر دیا گیا لیکن اس پر عملدرآمد نہ ہوا۔ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے علیحدہ نہ کیا گیا' ارتداد کی شرعی سزا نافذ نہ کی گئی اور مجلس عمل کے دیگر مطالبات پر ہمدردانہ غور کے وعدہ کے باوجود کچھ نہ ہوا۔

مجلس عمل نے رابطہ عوام کی مہم تیز تر کر دی۔ تا آنکہ ۲۸ر جنوری لاہور کے اجلاس میں ۱۷ر فروری کو اسلام آباد میں مظاہرہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جو پارلیمنٹ کے سامنے ہونا تھا۔ حالات نے ایک مرتبہ پھر سنگینی اختیار کی لیکن وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو نے قائد تحریک ختم نبوت کو مذاکرات کی دعوت دی جو مجلس عمل نے قبول کر لی۔ اور ۱۶ر فروری ۱۹۸۶ء کو رات گئے تک "وزیر اعظم ہاؤس" میں تقریباً چار گھنٹے تک مذاکرات جاری رہے۔ وزیر اعظم نے اصولی طور پر تقریباً تمام مطالبات تسلیم کر لئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی جدوجہد صرف اندرون ملک ہی محدود نہیں رکھی بلکہ پوری دنیا میں شروع کر دی۔ چنانچہ ۱۳ر اگست کو لندن کے ویمبلے ہال میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مجلس کے آٹھ رہنماؤں نے شرکت کی۔ کانفرنس کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ مجلس کے نائب امیر مرکزیہ مفتی احمد الرحمٰن' مولانا محمد یوسف لدھیانوی' عبدالرحمٰن یعقوب باوا' مولانا منظور احمد الحسینی نے ابو ظہبی کویت' متحدہ عرب امارات کا کامیاب دورہ کیا۔ مولانا اللہ وسایا نے یورپ کا تین ماہ کا دورہ کیا جو کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ باوا صاحب نے بنگلہ دیش' بھارت کا دورہ کیا۔ مجلس نے اپنے دستور میں ترمیم کر کے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے بجائے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نام رکھا۔

مجلس کا نظام تبلیغ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنیادی طور پر ایک تبلیغی ادارہ ہے' جس کے پورے ملک میں چالیس سے زائد مبلغین و دفاتر' درجن بھر مدارس' کئی ایک مساجد' ہفت روزہ ختم نبوت کراچی' ہفت روزہ لولاک فیصل آباد' تبلیغ دین و تردید قادیانیت میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔ مجلس کی نگران اعلیٰ ایک مجلس شوریٰ ہے۔ جو مجلس کے نظام کو چلاتی ہے۔ جس کے تیس ممبران ملک سے اور چھ بیرون ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔

عالمی مجلس کے عہدیداران حضرت اقدس مولانا خان محمد امیر مرکزیہ' مولانا محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ناظم اعلیٰ' مولانا بشیر احمد سکھر ناظم نشر و اشاعت' مولانا اللہ وسایا ناظم تبلیغ و خزانچی' محمد اسماعیل شجاع آبادی ناظم دفتر۔

●●

یاد رفتگاں

مولانا محمد صابر رحمتہ اللہ حیات و خدمات

مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمد صابر صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز و خادم خاص حضرت اقدس شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ نے ۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے لئے حضرت لاہوریؒ کے ہمراہ قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں اور آپ کو اسی قید میں سیمنٹ کی روٹیاں بھی کھلائی گئیں چونکہ حضرت موصوف قبلہ حضرت لاہوری کے انتہائی چہیتے خادم تھے ۲۵ سال حضرت کی صحبت میں گزارے اور خاص طور پر ۱۵ سال تو سفر و حضر میں ساتھ ساتھ رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد کوٹ عبدالمالک میں توحید و سنت کا مرکز بنایا۔

نیز ہر سال ختم نبوت کے اجتماع میں حاضری دینا فرض سمجھتے۔ صحت و بیماری میں یکساں تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ بھی ناغہ نہ کیا تازندگی حضرت مولانا موصوف کا یہ معمول رہا۔

تحریک ختم نبوت ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء سے چند دن پہلے کی بات ہے سورۃ یوسف کا درس چل رہا تھا۔ جس میں سچی اور جھوٹی نبوت کا موازنہ کے عنوان سے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں پر شدید تنقیدی تبصرہ کیا جاتا اور مرزا کے کرتوت اور پول کھولے جاتے۔ دریں اثناء حضرت موصوف ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ رات کا کافی وقت تھا۔ راستے میں چند مرزائیوں نے گھیر لیا اور کہا مولوی صاحب آپ ہمارے خلاف بولنا بند کر دیں ورنہ اس کی سزا آپ کو بھگتنا ہوگی۔ حضرت گرامی قدر نے فرمایا جو بھی جو چاہتے ہو کر گزرو۔ تمہاری دھمکیاں مجھے اپنے مشن سے باز نہ کر سکیں گی۔ میں تو شہادت کا منتظر ہوں۔

چند دن بعد صبح درس کے وقت ایک شخص قرآن بغل میں دبائے مسجد میں داخل ہوا اور پوچھنے لگا کہ وہ مولوی صاحب جو درس روزانہ دیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ چونکہ وہ ہمارے بارے میں گوہر افشانی کیا کرتے تھے اس لئے میں انہیں ملنے آیا ہوں۔ اتفاق سے حضرت اسی دن سفر پر گئے ہوئے تھے۔ یہ بات سننے کے بعد حضرت کے شاگردوں نے اسے ایک کمرے میں بٹھا لیا اور دروازے بند کر دیئے۔ گفتگو شروع ہو گئی۔ جب ہر طرح سے ناکام ہو گیا تو پھر خنجر نکال کر اس نے حملہ کیا۔ لڑکے زیادہ تھے اس لئے اس کو پکڑ کر گرا لیا۔ ایک شاگرد کو معمولی سا زخم لگا۔ پھر اسے باہر نکال کر لوگوں کو اکٹھا کر لیا کہ دیکھو یہ ہے مرزائیوں کا پوپ۔ ہر شخص نے طعن و ملامت کی اور منہ پر تھوکا اور ساتھ ہی تھانے میں اطلاع کر دی کہ ایک شخص قتل کے ارادے سے آیا تھا جس کو پکڑ لیا گیا ہے۔ چنانچہ تھانیدار بھی حضرت کا عقیدت مند تھا وہ خود آیا اور پکڑ کر لے گیا۔ مرزائیوں نے چھڑانے کا پورا پورا زور لگایا لیکن ان کی ایک نہ چلی۔

رات کو حضرت سفر سے واپس تشریف لائے تو ساری رپورٹ پیش کر دی گئی۔ آپ نے اسی وقت دوستوں کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ ان مرتدوں مرزائیوں کی سرگرمیاں بڑھ رہی ہیں۔ اگر کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ ان کی سرکوبی نہ کی گئی تو یہ لوگ بدستور تیز ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت نے اس میٹنگ کے بعد ایک بڑی رقت آمیز دعا فرمائی جس سے ہر فرد وجد میں آ گیا۔ دوسرے ہی روز ربوہ

باقی ص ۲۷ پر

ہم
نفیس، خوبصورت اور خوشنما ڈیزائن چینی [پورسلین] کے
اعلیٰ قسم کے برتن بناتے ہیں
آج کے دور میں ہر گھر کی ضرورت
چینی کے برتن
ایک بار آزمائیے
استعمال میں اعلیٰ — چلنے میں دیرپا
داؤد بھائی سرامک انڈسٹریز لمیٹڈ
۲۵/بی سائٹ کراچی۔ فون نمبر ۲۹۱۴۳۹

زاد المعاد : علامہ ابن القیمؒ
ترجمہ و تلخیص۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

طاعون: ایک خطرناک وباء

علاج، پرہیز و احتیاط اور متاثرہ علاقوں میں آمد و رفت سے متعلق پیغمبرِ خدا کی ہدایات

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے یہ سوال کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والتسلیم سے طاعون کے بارے میں کیا سنا؟ حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک بڑا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا' اسی طرح ان لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری کے ہوتے وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی ایسی جگہ یہ عذاب آجائے جہاں تم پہلے سے تھے' تو اس سے بچاؤ کے لئے اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو بچانے والا خدا ہے۔"

طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گرد تندرستوں کو روک دینا چاہئے' اس سے کسی شخص کو نکلنے کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو' سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرض کے پھیلنے میں بڑی حد تک قابو پالیا جائے گا اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں حفصہ بنت سیرین کی حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔

"طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے لئے خدا کی راہ میں جان دینا ہے۔"

طاعون لغت میں وباء کی ایک قسم ہے' صحاح میں ہے کہ لغت تو یہ ہے۔ مگر اطباء کے نزدیک ایک ردی جان لیوا ورم ہے' جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد و بے چینی ہوتی ہے' یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اس ورم کے اردگرد کا حصہ اکثر سیاہ سبز مٹیلا ہوتا ہے اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑ جاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے' بغل کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔

ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ طاعون کا مرض ان خوردبینی جراثیم کے ذریعہ پھیلتا ہے' جن کو چوہوں کے پسو لاتے ہیں' وہ پنڈلی اور کہنی کے حصہ میں کاٹتے ہیں' پھر چہرے پر ڈنگ لگاتے ہیں' اس طرح انہوں نے طاعون کی تشریح جو وریدوں یا کنج بغل و گردن کے غدودوں پر پھیلتے ہیں کی ہے۔

اور اثر عائشہ میں ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔

"طعن (نیزہ بازی) تو اسے ہم نے جان لیا ہے طاعون کیا ہے اسے بتلایئے آپؐ نے فرمایا کہ ایک گلٹی ہے جیسے اونٹوں کے طاعون میں ابھرتی ہے انسان کے بغل کھال میں ابھرتی ہے۔"

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل' کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے۔ جس کا سبب خون ردی ہے جس کی رداوت آمادہ عفونت و فساد ہو اور جلد ہی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جائے' عضو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے اردگرد بھی خراب ہو جاتا ہے' کبھی ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے' دل میں ردی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے قے خفقان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں' اگرچہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے۔ جو قلب کو ردی کیفیات سے آشنا کرے' یہاں تک کہ مریض کے لئے ہلاکت کا باعث ہو' لیکن اصطلاح میں ایسے ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لئے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے رداوت صرف انہیں اعضاء تک سرایت کرتی ہے جو طبعاً کمزور و بودے ہوتے ہیں' طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جس کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلٹیوں میں ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ ان میں سے سرخ گلٹی گلٹیوں میں سب سے کمتر ہے' پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی بچاؤ نہیں۔

طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

پہلی چیز یہی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتب کے بعد واقع ہوتی ہے' اور غالب گمان ہے کہ حدیث میں الطاعون شہادۃ لکل مسلم سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے' اور حدیث صحیح میں ہے کہ۔

"طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا' اور اسی میں ہے کہ طاعون جنوں کی خلش ہے' جو انسان کو تباہ کر دیتی ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ طاعون کسی پیغمبر کی بددعا کا اثر ہے۔"

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نباتات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں' اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔

والنجم والشجر یسجدان۔ (الرحمٰن : ۷)

ترجمہ۔ "ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار ہیں۔"

اس لئے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا ابھاؤ پورے طور پر موسم ربیع میں ہوتا ہے۔ یہ موسم وہی ہے' جس میں آفات سماوی و ارضی ختم ہو جاتے ہیں' یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ثریا تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھر آتی ہیں۔

علامہ تمیمی نے اپنی کتاب "مادۃ البقاء" میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کا نزول کا وقت پوری انسانی و حیوانی دنیا کے لئے دو ہیں۔ ایک وقت وہ ہے جبکہ ثریا طلوع ہو کر طلوع فجر کے وقت ڈوب جائے' دوسرا وقت وہ ہے جب ثریا مشرقی مطلع سے اس وقت طلوع ہو جبکہ سورج طلوع ہونے والا ہی ہو' اور اس کا یہ مطلع منازل قمر میں سے کسی ایک منزل سے ہو رہا ہو' وہ زمانہ وہی ہے جب فصل ربیع کاٹی جاوے اور کاٹی جائے' البتہ اس کے طلوع ہونے کے وقت جو ضرر پہنچتا ہے' وہ خرابی میں اس ضرر سے کمتر ہے' جو اس ستارے کے ڈوبنے کے وقت پیدا ہوتا ہے اور وہی وقت ہے کہ سورج نکل رہا ہو اور اسی کے ساتھ یہ ستارہ ڈوب بھی رہا ہو۔

ابو محمد بن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ بات مشہور ہے کہ ثریا جب طلوع ہوئی مصیبتوں کے دریچے کھل گئے۔ اس سے آدمی اور جانوروں میں اونٹ دونوں ہی طرح کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ بالخصوص اس ستارے کا ڈوبنا یہ تو بس مصائب کا پیش خیمہ ہے۔

پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت کو ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو داخل ہونے سے روک دیا ہے' اور آپ نے جہاں بیماری پھیل گئی ہو وہاں سے دوسرے ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو بھاگ کر جانے سے بھی روکا تاکہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں۔ اس لئے کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جہاں موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہے اس آمادہ جہاں ستانی علاقے میں اپنے آپ کو خود لے جا کر سپرد کر دینا اور خود اپنے خلاف موت کی مدد کرنا کہ اس سے خود کو نقصان پہنچے' یہ ساری چیز خودکشی کے مترادف ہے' اور عقل و ہوش شرع و دیانت کے بھی خلاف ہے بلکہ ایسی زمین اور علاقے میں داخل

ہونے سے پرہیز کرنا اس احتیاط اور پرہیز میں شمار ہوگا' جس کا حکم خدائے پاک نے کیا ہے اور انسان کو اس رہنمائی کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔ ایسی جگہوں سے دور رہنا ایسی فضا اور آب و ہوا سے بچنا چاہئے جہاں اس قسم کی موذی بلاؤں کا زور ہو۔

رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں میں جہاں سے یہ وباء پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا' خدا پر بھروسہ کرنا' خدا کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا اور تقدیر کے نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام حذاق و ماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سرا پا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وباء سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی کرے اور غذا کی مقدار کم کر دے اس لئے ایسے موقع پر جب وباء کا زور ہے' جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی' وہ رطوبات فضلیہ میں ہو جائیں گی' اس لئے کم سے کم غذا استعمال کرے کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے' اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبت خشک ہو جائے یا کم ہوتی رہے' ضروری ہے' لیکن ریاضت و حمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے۔ اس لئے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں' جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا' اگر وہ ریاضت و حمام کرلیتا ہے' تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس جید (ہضم شدہ غذا) کے ساتھ مل جاتے ہیں' جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے' بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے' اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وباء کے پھوٹنے کے وقت وباء کے مقام سے نکلنا' دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے۔ جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا۔ اور تعدیہ وباء کا بھی اندیشہ ہے اس لئے مفرنہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وباء سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہوگا اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہوگی' اور رسول اللہ ﷺ کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑ گئی اور اس ایک نہی سے قلب و بدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آگئیں۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانا لا تخرجوا فرارًا منہ سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے' اس لئے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے' میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے' یہ کسی دانشور اور حکیم کی بات ہو سکتی ہے کہ لوگ طاعون پھیلنے کے وقت چلنا پھرنا اور دوسری حرکات قطعی بند کردیں اور پتھر و پہاڑ کی طرح بس ایک جگہ جمع رہیں' بلکہ ہدایت تو صرف اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس وباء سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے۔ اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف وباء سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے۔ ایسے آدمی کے لئے جس پر اس وباء کا ہوا سوار ہو اس کے لئے راحت اور سکون ہی نافع ہے' اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے' مگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے محتاج ہوں۔ ان کے لئے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون و راحت اختیار کریں۔ جیسے کاریگروں کا طبقہ' مسافرین کی ٹولی' مزدوروں کے گروہ' خوانچہ فروشوں کی جماعت ان کو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً" ادھر ادھر نہ کرو' نہ پھرو' نہ جاؤ' نہ کماؤ۔ ہاں ان کو روک دیا گیا ہے' جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض وباء کے ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی وباء پھوٹ چکی ہو۔ وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

۱۔ پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورتحال سے پرہیز۔

۲۔ جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

۳۔ ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہے' اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہے۔

۴۔ جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز تاکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

۵۔ بد فالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لئے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ طیرہ تو اس کے لئے ہے' جو بد فالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل' تسلیم و رضا' تفویض' خدا سپاری اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے' دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شام ایک مہم پر روانہ ہوئے' جب آپ (شام کی سرحد پر) سرغ کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابوعبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے' اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئی کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے یا لوٹ جانا چاہئے' آپ نے ان حالات میں ابن عباس سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو شریک مہم ہیں بلا کر لائیے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورتحال مشورہ کے لئے رکھی' وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے' کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں' اس لئے ہمیں اس مہم کو سر کئے بغیر واپس نہ جانا چاہئے' دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وباء میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اچھا آپ لوگ جائیں' پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا ان کے سامنے بھی بات رکھی ان کی روش بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی' ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے جلو میں تھے۔ ان کو بلائیے میں انہیں بلا لایا ان میں کا کوئی اختلاف کا شکار نہیں رہا۔ انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں اور ان برزیدہ اصحاب کو وباء کی بھینٹ نہ چڑھائیں اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے۔ چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لئے آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا امیر المومنین قضائے الٰہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ اس کے سوا کہہ سکتے ہیں' ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں۔ یہ تو روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو قضائے الٰہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الٰہی کی بنیاد پر ہے' اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے' اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے۔ میں نے پیغمبر خدا ﷺ کو کہتے سنا۔

"جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وباء پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ۔"

(بخاری و مسلم)

کیا یہ سچ ہے کہ؟

کراچی امریکیوں کا بیس کیمپ بن رہا ہے؟

وسط ایشیاء اور چین کی طرف یلغار
کراچی امریکیوں کا بیس کیمپ بن رہا ہے
غیر ملکی جہازوں سے جدید ترین اسلحہ لایا جارہا ہے' ساحلی بستی شیریں جناح کالونی اسلحہ کی فروخت کا بڑا مرکز بن گئی

پاکستان کے سب سے بڑے صنعتی شہر کراچی میں گزشتہ ایک ہفتے کے دوران 50 افراد ہلاک اور سو سے زائد زخمی ہوچکے ہیں جبکہ سینکڑوں کو گرفتار کیا جاچکا ہے' لیکن کراچی شہر کو مقتل بنانے والے تاحال آزاد ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے افسر اور جوان سخت حیران و پریشان ہیں۔ تھانوں کے دروازے سرشام بند کردیئے جاتے ہیں' تھانوں پر حملوں کے بعد پولیس کے جوان عمارتوں پر مورچہ بند ہوکر بیٹھ گئے ہیں' جبکہ پولیس موبائلوں کو سرکاری طور پر کشیدگی والے حساس علاقوں میں گشت کرنے اور چیکنگ سے روک دیا گیا ہے چنانچہ کراچی کے شہری عملاً "دہشت گردوں کے رحم و کرم پر ہیں۔

دوسری جانب فوج' رینجرز اور متعدد حساس اداروں کی موجودگی کے باوجود قتل' ڈاکے' فائرنگ اور گاڑیاں چھینے جانے کے واقعات روزہ مرہ کا معمول ہیں۔ گزشتہ ایک مہینے میں محاصرہ کرکے اسلحہ کی تلاش شروع کی' لیکن کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ہوئی' اگرچہ مجموعی طور پر برآمد ہونے والے اسلحہ کی تعداد اس اسلحہ سے زیادہ تھی جو دوسال آپریشن میں پورے صوبہ سے تحویل میں لیا گیا ہے' لیکن تحویل میں لئے جانے والے اسلحہ کی بڑی تعداد لائسنس یافتہ ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق مختلف علاقوں میں اسلحہ کی تلاش میں مارے جانے والے چھاپوں میں غیر ملکی ساخت کا اسلحہ بھی برآمد ہوا ہے' تاہم بعض انجانی مصلحتوں کے باعث اس اسلحہ کی برآمدگی ظاہر نہیں کی گی۔ ایسی ہی انجانی مصلحتوں کا نتیجہ 14ر اکتوبر کو سامنے آیا جب نامعلوم کار سواروں نے خواجہ اجمیر نگری کے علاقہ میں فائرنگ کرکے 3 افراد کو ہلاک 4 کو زخمی کردیا۔ ہلاک ہونے والوں کا تعلق سپاہ صحابہؓ سے بتایا گیا۔ 15ر اکتوبر کی شب سے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے پاک کالونی' چاندنی چوک' اورنگ آباد کے علاقہ کا محاصرہ کرکے گھر گھر اسلحہ تلاش کیا۔ پاپوش نگر سے 184 ہتھیار 3 ہزار 9 سو 42 راؤنڈ برآمد کئے گئے' جبکہ پاک کالونی سے 83 غیر قانونی ہتھیار برآمد کئے گئے' لیکن 17ر اکتوبر کو کراچی شہر میں نامعلوم دہشت گردوں نے خون کی ہولی کھیلنا شروع کی جس کا سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ اس روز الفلاح تھانہ کے ایس ایچ او چوہدری محمد اسلم سمیت دو پولیس اہلکاروں کو موبائل پر حملہ کرکے ہلاک کردیا گیا' اس حملہ میں دیگر پولیس اہلکار زخمی ہوئے' اس واقعہ کے بعد سولجر بازار' شریف آباد' خواجہ اجمیر نگری اور سائٹ تھانوں کی حدود میں ایم کیو ایم حقیقی' تحریک جعفریہ اور ایم کیو ایم الطاف گروپ کے 18 افراد ہلاک کردیئے گئے۔ سانحہ قصبہ کالونی کے بعد ایک ہی روز میں مرنے والوں کی یہ سب سے زیادہ تعداد تھی' لیکن 17ر اکتوبر کی شب پھر نامعلوم مسلح کار سوار حرکت میں آئے' انہوں نے پہلے سولجر بازار نمبر 2 میں رضا میڈیکل اسٹور پر فائرنگ کی' جس کے نتیجہ میں 25 سالہ حمید علی اور کمیل رضا ہلاک ہوگئے یہ پر اسرار گاڑی تھوڑی دیر بعد پھر سولجر بازار نمبر 3 آئی اور پان کی دوکان پر فائرنگ کرکے محمد نقی رضا کو ہلاک کردیا اس خونیں کارروائی کے بعد یہ سفید پر اسرار گاڑی امام بارگاہ شاہ خراساں کی جانب روانہ ہوگئی' پولیس کی موجودگی کے باوجود گاڑی سے فائرنگ کی گئی جس سے اعجاز الحسن عرف (ابی) ہلاک ہوگیا' جبکہ عامر رضا' فرحان' یونس شدید زخمی ہوگئے۔ سولجر بازار واقعہ میں ہلاک و زخمی ہونے والوں کے لئے تحریک جعفریہ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ سب ان کے کارکن اور ہمدرد تھے۔ اس واقعہ کے بعد ضلع وسطی میں ایک پر اسرار ٹیکسی جس میں نامعلوم مسلح 10 افراد سوار تھے حرکت میں آئی۔ اس ٹیکسی کا ہدف خواجہ اجمیر نگری تھانہ کی حدود میں نیو کراچی کا سیکٹر 5 سی نو تھا جہاں چار افراد گھر کے باہر بیٹھے تھے۔ پر اسرار ٹیکسی کی فائرنگ سے دو افراد ناصر اور مرزا عارف بیگ موقع پر جاں بحق ہوگئے جبکہ دیگر دو شدید زخمی ہوئے۔ ہلاک ہونے والوں کے لئے مسلم لیگ نواز گروپ اور ایم کیو ایم حقیقی دونوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے کارکن تھے یوں نامعلوم پر اسرار گاڑیوں اور ٹیکسی نے بڑی دیدہ دلیری سے پورے شہر میں 18 افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کسی جگہ بھی پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مزاحمت نہیں کی' حالانکہ کراچی کے چاروں اضلاع کے مختلف علاقوں میں اچانک محاصرہ کرکے اسلحہ تلاش کرنے کی مہم زور و شور سے جاری ہے!

18 اکتوبر کو پھر کراچی کے مختلف علاقوں میں بفرزون' فیڈرل بی ایریا' کورنگی' سولجر بازار اور سعید آباد میں فائرنگ کے واقعات میں 13 افراد ہلاک ہوگئے۔ سعود آباد میں ایک گشتی فوجی گاڑی پر حملہ کیا گیا' سولجر بازار کے علاقہ میں کشیدگی کا آغاز اس وقت ہوا جب گزشتہ روز محفل شاہ خراساں پر فائرنگ سے ہلاک ہونے والوں کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ مشتعل مظاہرین نے متعدد گاڑیوں پر پتھراؤ کیا اور ایک بس کو نذر آتش کردیا۔ پولیس کو مجبوراً آنسو گیس استعمال کرنا پڑی اور یوں یہ مجمع منتشر ہوگیا۔ اسی روز صبح سویرے نامعلوم مسلح ٹیکسی سوار پھر حرکت میں آئے' انہوں نے اپنے چہرے مفلروں سے چھپا رکھے تھے' پہلے انہوں نے علاقہ میں ہوائی فائرنگ کی اور پھر آدھے گھنٹے بعد دوبارہ آکر محمد عارف کو' جس نے تین مہینے قبل سعودی عرب سے واپس آکر سیکٹر 15 اے 3 میں جنرل اسٹور کھولا تھا فائرنگ کرکے ہلاک کردیا۔ اس فائرنگ سے جنرل اسٹور پر کام کرنے والا خدا بخش اور عزیز بھی موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد پھر پر اسرار پیلی ٹیکسی حرکت میں آئی اور فیڈرل بی ایریا بلاک 19 میں کے ایم سی کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لینڈ بدر الہدیٰ کے 26 سالہ بھائی نور الہدیٰ کو اندھا دھند فائرنگ کرکے ہلاک کردیا۔ مقتول کے بھائی نے بتایا کہ جس وقت مسلح افراد نے جیپ پر فائرنگ کی اس وقت بدر الہدیٰ اپنے دفتر جایا کرتے تھے۔ دوسری جانب ضلع شرقی کے علاقے سعود آباد میں فوجی گاڑی پر حملہ کے بعد پورے علاقہ کو محاصرے میں لے لیا گیا تاکہ فائرنگ کرنے والوں کو تلاش کیا جاسکے۔ فائرنگ کرنے والے دہشت گرد تو کیا ہاتھ آتے اس محاصرے میں پرامن شہریوں کی جو درگت بنائی گئی اس نے ایم کیو ایم کے رہنماؤں کو بیانات جاری کرنے کا موقع ضرور فراہم کردیا۔

الطاف حسین نے ہیومن رائٹس کی تنظیموں سے مداخلت کے اپیل کردی' کمیٹی آف پارلیمینٹرین فار گلوبل ایکشن کے سیکرٹری جنرل گراہم کینڈی کو یہ بات کہنا پڑی کہ الطاف حسین پاکستان کے نیلسن منڈیلا کے روپ میں بحالی جمہوریت اور انسانی حقوق کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس ساری گفتگو سے اب یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بیرونی قوتیں پاکستان کے لئے کیا منصوبہ تیار کررہی ہیں اور ان کے آلۂ کار کے طور پر خدمات انجام دینے والی شخصیت کون ہے؟

کراچی میں ہلاک ہونے والے لسانی' مذہبی اور نسلی تصادموں میں سینکڑوں افراد ہلاک ہورہے ہیں' لیکن کثیر تعداد میں ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت پولیس والوں کی ہلاکت کا سلسلہ نیو کراچی تھانہ کے ایس ایچ او سب انسپکٹر بہادر علی اور دیگر پانچ پولیس اہلکاروں کو ایک ہی حملہ میں

ہلاک کئے جانے کے بعد شروع ہوا' بہادر علی کی ہلاکت کے بعد پولیس پر اس حملہ سے مماثل حملے کئے گئے' جن میں ضلع وسطی میں ہی' ڈی ایس پی امداد علی کھنیان' پولیس افسران خالد نقی' چوہدری اسلم اور اسی قسم کے دیگر حملے شامل ہیں' پولیس اہلکاروں کو اچانک حملہ کرکے ہلاک کرنے کا پہلا تجربہ بلدیہ ٹاؤن میں فوج اور رینجرز نے ناکہ بندی کرکے تین دن تک گھروں کی سخت تلاشی لی تھی اور بڑی تعداد میں ہتھیار بھی برآمد کئے تھے' لیکن اس کے باوجود یہ علاقہ بار بار میدان جنگ بن جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں عملاً قانون کی حکمرانی ختم ہوچکی ہے۔ بلدیہ ٹاؤن میں ہونے والے تازہ ترین ہنگاموں میں یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ بعض بیرونی اور اندرونی قوتیں جان بوجھ کر اس علاقہ میں نسلی تصادم کے لئے راہ ہموار کررہی ہیں تاکہ ایک مرتبہ پھر پورے شہر کو اس کی لپیٹ میں لے کر مخصوص مقاصد حاصل کئے جاسکیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۹۹۴ء میں اب تک شہر میں ہونے والے نسلی' لسانی اور مذہبی تصادموں میں ۲۰۰ سے زائد افراد ہلاک' ڈھائی ہزار سے زائد زخمی اور سینکڑوں گرفتار کئے جاچکے ہیں۔ لیکن شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کرنے والی بات سرکاری ذرائع کے مطابق دی جانے والی اطلاع ہے' جس کے مطابق گزشتہ دس مہینوں میں ۶۰ پولیس اہلکار مارے گئے۔ ان ہلاک ہونے والوں میں ۸ تھانیدار اور ایک ڈی ایس پی شامل ہیں' افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تمام اہلکار ڈاکوؤں سے مقابلہ میں ہلاک نہیں ہوئے بلکہ مورچہ بند مسلح افراد کی فائرنگ کا شکار ہوئے ہیں۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ جو پولیس اپنے تحفظ میں ناکام رہی ہو وہ ہمیں کیا تحفظ فراہم کرے گی۔ کراچی میں امن و امان کی مخدوش صورت حال اور فائرنگ کے واقعات میں قتل عام پر ہمیشہ کی طرح وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے وزیر اعلیٰ سندھ کو اخبارات کے ذریعہ ایک ہدایت نامہ جاری کردیا جس میں دہشت گردوں سے سختی سے نمٹنے' آہنی ہاتھ کے استعمال اور عوام کے جان مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ہدایات کی گئی تھیں وزیر اعظم کے اس بیان کے اگلے روز وزیر اعلیٰ سندھ نے دہشت گردوں کو مخاطب کرنے کے بجائے ایم کیو ایم کو مشتعل کرنے والا ایک بیان جاری کردیا۔ عموماً وزیر اعلیٰ سندھ مشتعل کرنے والے بیانات اخبارات میں اسی وقت جاری کرتے ہیں جب ایم کیو ایم اور حکومت میں مذاکرات کسی نتیجہ پر پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ اور یوں بھی یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب بھی ایم کیو ایم حکومت مفاہمت کا آغاز ہوتا ہے اور مذاکرات کسی نتیجہ پر پہنچنے والے ہوتے ہیں کراچی شہر میں منظم طریقے سے فائرنگ' قتل' جلاؤ گھیراؤ بڑے پیمانے پر شروع ہوجاتا ہے جبکہ دوسری جانب سندھی انتہاپسند رہنماؤں کے دھمکی آمیز بیانات کا طویل سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہے۔

کراچی اپنے سیاسی قومی اور معاشی موثرات کے سبب بے پناہ مخفی قوت کا حامل تھا یہ قوت پاکستان کی سلامتی کے لئے ایک اہم محرک تھی اس محرک کو بے کار' ناکارہ اور منفی جذبات کا اسیر بناکر بیرونی مفادات کا ایسا دروازہ کھولا گیا ہے جسے بند کرنا بہت مشکل ہے اور اب کراچی کے ساحلی مقامات سے لے کر پنج ستارہ ہوٹلوں تک امریکی میرین حفاظتی اقدامات کے نقشے تیار کررہے ہیں ہوٹل شیرٹن سے لے کر امریکی قونصل جنرل کے دفتر تک اور اس کے بعد ساحلی علاقوں تک گزشتہ دنوں امریکن میرین نے راتوں رات ایرو کے نشانات بناکر پیمائش کی۔ بعد میں یہ نشانات گزشتہ ہفتہ ہوٹل کی انتظامیہ کو خفیہ ہدایت ملنے کے بعد حفاظتی عملے کی مدد سے مٹادیئے گئے۔ اس سے پہلے بھی تکبیر کے گزشتہ شماروں میں امریکی قونصل جنرل کی پراسرار سرگرمیوں اور لسانی' مذہبی تنظیموں کے سربراہوں سے ملاقات پر مبنی اہم رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں یہ نکات اس بات کا ثبوت ہیں کہ چین' وسطی ایشیا اور علاقہ میں دیگر ممالک کو زیر اثر لانے کے لئے کراچی پر بیس کیمپ بنانے کے فیصلے کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ایک جانب کراچی کو ہولناک فسادات کے ذریعے ایشیا کا خطرناک ترین شہر بنادیا گیا ہے اور پوری دنیا میں کراچی کے حوالے سے خوف کی فضا قائم کردی گئی ہے لیکن اس کے باوجود امریکی سرمایہ کار تیزی سے سرمایہ کاری کے اعلانات کررہے ہیں وہ امریکہ جو اپنے عام شہری کی زندگی بچانے کے لئے اپنی تمام توانائی استعمال کردیتا ہے آگ اور خون کے اس شہر میں اپنے شہریوں کی بلاجھجک سرمایہ کاری پر کوئی وارننگ نہیں دے رہا

باقی ص ۲۷ پر

ردِ قادیانیت

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مرزا غلام قادیانی کے سات دن

دنیا حادث ہے پس جو شخص دنیا کو قدیم کہے وہ کافر ہے

مرزا غلام احمد قادیانی مراق اور ذیابیطس کے مریض تھے' اور یہ دونوں مرض ان کو دعویٰ نبوت و مسیحیت کے انعام میں عطا کئے گئے تھے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"دو مرض میرے لاحق حال ہیں' ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں' اور دوسری بدن کے نیچے کے حصے میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے' اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے' اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۰۷)

مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھنے بیٹھئے تو ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کے مراقی بخارات سے (جن کو وہ حقائق و معارف کہا کرتے ہیں) خود آپ کا سر نہ چکرانے لگے' ان "بخارات" کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ ہیں معنی نہیں' دعویٰ ہے دلیل نہیں' خیالاتی محلات ہیں حقیقت نہیں' اور خود لکھنے کا یہ حال کہ ؎

نہ باگ ہاتھ میں ہے نہ پا ہے رکاب میں

آئیے مرزا صاحب کا لیکچر لاہور سنئے' جو ۳ر دسمبر ۱۹۰۴ء کو ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے' اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کے لئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے' تاکہ ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے' ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے (سات ہزارے) دور گزر چکے ہیں' اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آچکے ہیں' چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے' اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے' لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے۔" (ص ۳۸-۳۹)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ سات دن سے سات ہزار اور سات ہزار سے کئی سات ہزار اور کئی سات ہزار سے دنیا کے قدیم ہونے کا عقیدہ کیسے نکل آیا؟ اور اس کی دلیل صرف یہ کہ "معلوم ہوتا ہے۔" مرزا صاحب نے غالباً اسلامی عقائد کی کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ ان کی نظر سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ضرور گزرا ہوتا کہ۔

ان العالم حادث..... فمن قال بقدم العالم فھو کافر۔

"دنیا حادث ہے' پس جو شخص دنیا کو قدیم کہے وہ کافر ہے۔" (شرح فقہ اکبر ص ۱۲)

خالق اور خلق : آگے ارشاد ہوتا ہے۔

"افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا' اور زمین و آسمان بنائے' اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کے لئے معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا ہے' یہ ایسا عقیدہ کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے' اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کرکے' پھر ایسے ہی بنا دے۔" (ص ۳۹)

مرزا صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر خدا خالق قدیم ہے تو لازم ہے کہ مخلوق کو بھی قدیم مانا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ خدا ہمیشہ سے خالق نہیں بلکہ (معاذ اللہ) ازل سے معطل اور بیکار چلا آتا ہے مگر یہ وہی مراقی مغالطہ ہے جو فلاسفہ اور دہریے ہمیشہ پیش کرتے آئے ہیں اور اہل اسلام کا اس کے مقابلہ میں ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے صفت خالقیت کے ساتھ موصوف ہے مگر مخلوق ازلی نہیں' بلکہ حادث ہے۔

امام اعظمؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

و قد کان اللہ تعالٰی خالقا فی الازل ولم یخلق الخلق۔

"اور اللہ تعالیٰ ازل ہی سے خالق رہا ہے' جبکہ اس نے مخلوق کو پیدا نہیں کیا تھا۔"

علامہ علی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

والحاصل انہ سبحانہ کما قال الطحاویؒ لیس منذ خلق الخلق استفاد اسم الخالق ولا باحداثہ البریۃ استفاد اسم الباری فلہ معنی الربوبیۃ ولا مربوب و معنی الخالقیۃ ولا مخلوق' و کما انہ محی الموتٰی بعد ما احیٰی استحق ھذا الاسم قبل احیائھم کذالک استحق اسم الخالق قبل انشائھم ذالک بانہ علی کل شئی قدیر۔

"حاصل یہ کہ جیسا کہ امام طحاویؒ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے صرف مخلوق کو پیدا کر کے خالق کا نام نہیں پایا' اور مخلوق کی ایجاد کے بعد اس کو باری کا نام نہیں ملا' بلکہ اسے ربوبیت کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جبکہ کوئی مربوب نہیں تھا' اور خالقیت کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جبکہ کوئی مخلوق موجود نہیں تھی جس طرح مردوں کو زندہ کرنے کے بعد وہ "زندہ کرنے والا" کہلاتا ہے' اسی طرح وہ ان کو پیدا کرنے سے قبل بھی اسم خالق کا مستحق تھا۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت ازلیہ سے مخلوق کے ازلی ہونے پر استدلال کرنا "عقلاً و نقلاً" غلط ہے' اور یہ دہریوں کا عقیدہ ہے' مسلمانوں کا نہیں۔

سات ہزار کا دورہ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"اس (اللہ تعالیٰ) نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا' جو ہم سب کا باپ تھا' اس کے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے' اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دورہ سات ہزار برس تک ہے۔ یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسان کے سات دن۔" (ص ۳۹)

یہاں مرزا کے دو دعوے ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آدم علیہ السلام جو جد امجد ہیں وہ پہلی امتوں کے بعد آئے تھے' سوال یہ ہے کہ یہ خبر قرآن کریم کی کس آیت میں دی گئی ہے؟

دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اس دنیا کی عمر' جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی' سات ہزار سال ہے۔ یہ بات بھی کہیں قادیانی انجیل میں لکھی ہو تو ہو مگر قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ نے اس کی جانب کوئی اشارہ نہیں فرمایا۔ اگر سات ہزار کے دورے کا نکتہ قادیان کے "بیت الفکر" سے ہر کسی کو معلوم ہوتا تو ہر شخص آسانی سے بتا سکتا تھا کہ قیامت فلاں سن کی فلاں تاریخ کو آئے گی۔ لیکن قرآن کریم نے صاف اعلان کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں' اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب قیامت کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

ما المسؤل عنھا باعلم من السائل۔

"جس شخص سے دریافت کیا جارہا ہے وہ دریافت کنندہ سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔"

بعض روایات جو اس سلسلے میں مروی ہیں۔ اول تو وہ اس لائق نہیں کوئی عاقل ان پر اپنے توہمات کی عمارت استوار کرے' چنانچہ محدثین نے انہیں موضوعات میں شمار کیا ہے' اور اگر ان کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے تو مرزا صاحب کے دعویٰ کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے' کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پانچویں ہزار

کے آخر میں مبعوث ہوئے تھے اور ان روایات میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل چھ ہزار برس گزر چکے تھے۔ شیخ علی قاریؒ "موضوعات کبیر" میں حافظ ابن قیمؒ سے نقل کرتے ہیں۔

"کسی حدیث کے من گھڑت ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ قرآن کی نص صریح کے خلاف ہو' مثلاً یہ حدیث کہ "دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں ہزار میں" کھلا جھوٹ ہے' اس لئے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص جان سکتا تھا کہ ہمارے اس وقت سے قیامت آنے میں دو سو اکیاون برس باقی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بیان سے کیا تعلق؟ اس کی تعیین کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔ الآیۃ

اس کو نقل کرکے شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

"جلال الدین سیوطیؒ اپنے رسالہ "الکشف عن مجاوزہ ہذہ الامۃ عن الالف" میں اس حدیث کی تحقیق کے درپے ہوئے ہیں' اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث سے قرب قیامت کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔ اور آیت سے تعیین وقت کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امت پندرہ صدیوں سے تجاوز نہیں کرے گی۔

اور ہمارے زمانے کے بعض بر خود غلط مدعیان علم نے کھلا جھوٹ بولنا شروع کردیا ہے (غالباً مرزا صاحب انہی کے بروز ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے آنے کا ٹھیک ٹھیک وقت معلوم تھا۔ اس سے کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے تو حدیث جبرئیل میں یہ فرمایا ہے کہ جس سے دریافت کیا جائے وہ دریافت کنندہ سے زیادہ نہیں جانتا۔ تو اس نے حدیث میں تحریف کرکے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "اے جبرئیل! میں اور تم دونوں جانتے ہیں۔" اور یہ سب سے بڑا دجل اور بدترین تحریف ہے۔"

اس پر تفصیل سے رد کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

"مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ صریح جھوٹی اور من گھڑت روایات کی تصدیق کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تحریف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حامی و ناصر ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو قائم رکھے گا جو دین کی خیر خواہی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔"

(موضوعات کبیر ص ۱۹۲۔ ۱۹۳ مطبوعہ نور محمد کراچی)

حروف ابجد : مرزا صاحب آگے لکھتے ہیں۔

"غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے' اور اس میں ہمارے نبی ﷺ کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گزر چکا تھا' یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گزر چکے تھے' جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنی اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسی قدر مدت گزر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ اس حساب سے نوع انسانی کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گزر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں۔" (ص ۳۹)

لیجئے مرزا صاحب نے سورۃ العصر سے حروف ابجد کا حساب لگا کر دنیا کی پوری تاریخ معلوم کرلی۔ آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک ۵ ہزار کے قریب اور چودھویں کے آخر تک چھ ہزار اور قیامت سات ہزار مرزا صاحب کا یہ "سمعی یا مراقی دقیقہ انہیں اسی وقت سے" الہام "ہو گیا تھا' جب سے وہ مسیح موعود بنے' ازالہ اوہام سے لے کر براہین احمدیہ حصہ پنجم تک قریباً تمام کتابوں میں وہ یہی رٹ لگاتے رہے' ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔

"میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں' اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا' مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گزری تھی وہ تمام مدت سورۃ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے' یعنی چار ہزار سات سو چالیس' اب بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا

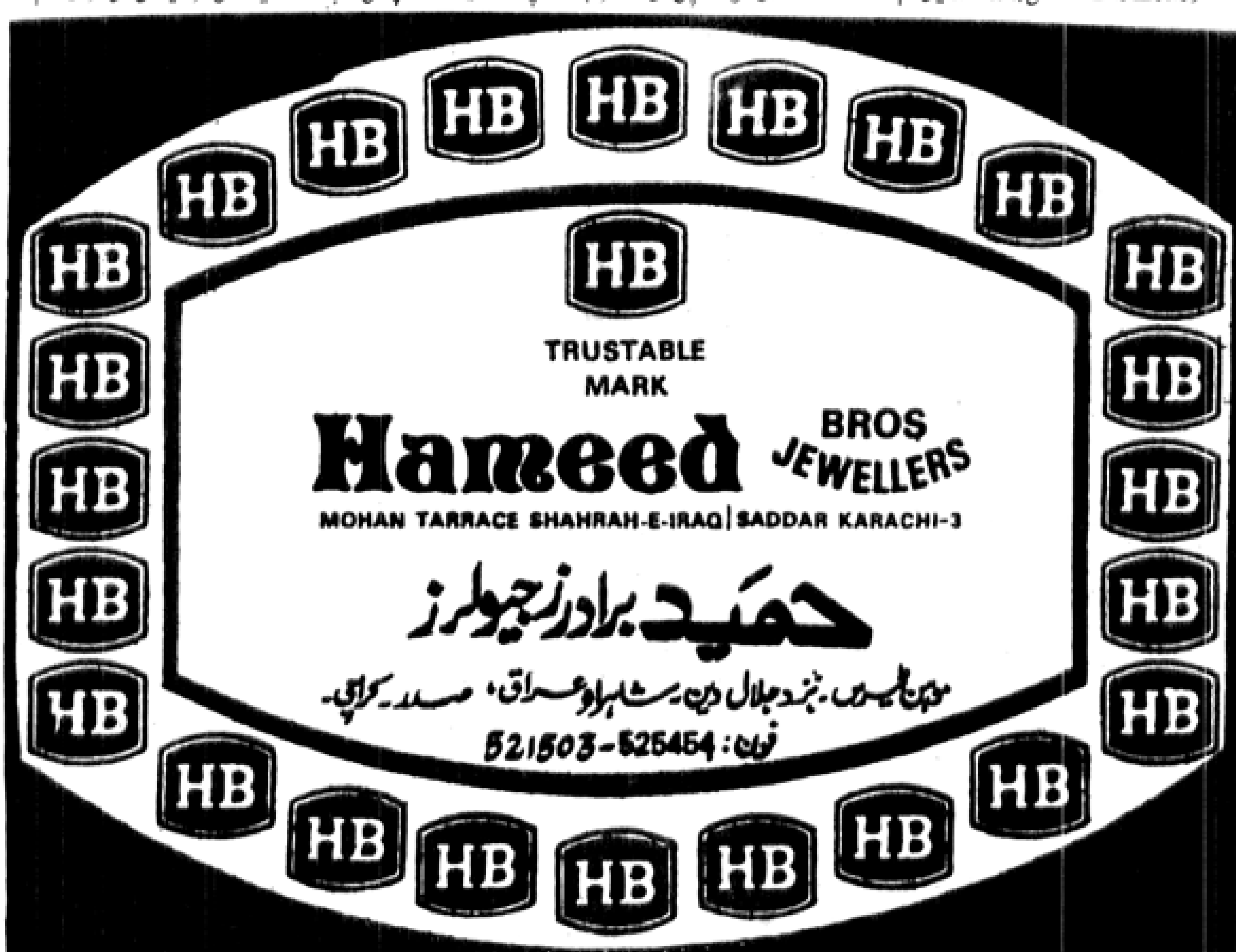

اعجاز نمایاں ہے' کس تفسیر میں لکھے ہیں۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۳۲ طبع پنجم)

اب ظاہر ہے کہ یہ خبط کسی اور کو کب سوجھ سکتا ہے' جو مرزا صاحب کو دعوئی مسیحیت کے طفیل سوجھا' مرزا صاحب فخر کرتے ہیں کہ یہ دقائق و حقائق بتاؤ کس تفسیر میں لکھے ہیں' مگر انہیں معلوم نہیں کہ ایسے "دقائق و حقائق" کہانت میں داخل ہیں' جو اسلامی عقائد میں کفر کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

شیخ علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

"ایک مسئلہ یہ ہے کہ کاہن جو غیب کی خبریں دیتا ہے' اس کی تصدیق کرنا کفر ہے' کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔

"کہہ دیجئے کہ نہیں جانتے غیب جو آسمانوں میں ہیں' اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے۔" اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص کاہن کے پاس گیا پس اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔"

" اور کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ زمانے کے واقعات کی خبر دیتا ہے' اور مکان کے اسرار کی معرفت کا مدعی ہو۔ اور نجومی جب آئندہ واقعات کے علم کا دعوئی کرے تو وہ بھی کاہن کے مثل ہے' اور اسی حکم میں رمال داخل ہے۔

نووی کہتے ہیں کہ حدیث کاہن' قیافہ شناس اور نجومی سب کو شامل ہے' اس لئے نجومی' رمال اور اس نوعیت کے دوسرے لوگ مثلاً کنکریاں پھینک کر حساب لگانے والے کی پیروی جائز نہیں' ان لوگوں کو جو اجرت دی جاتی ہے وہ بالاجماع حرام ہے۔ جیسا کہ بغوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اس شخص کی پیروی بھی جائز نہیں جو مدعی الہام بن کر الہامات کے ذریعہ خبریں دیتا ہو' اور نہ اس شخص کی پیروی جائز ہے' حروف ابجد کے علم کا مدعی ہو کیونکہ یہ بھی کاہن کے حکم میں ہے۔"

ان لوگوں کے بارے میں طویل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"اور ان لوگوں میں سے بعض لوگ قتل کے مستحق ہیں' مثلاً وہ شخص جو اس قسم کے جھوٹے حربوں سے نبوت کا مدعی ہو یا شریعت کی کسی چیز میں تبدیلی کا خواہاں ہو۔ وغیرہ۔"

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۲۔ ۱۸۳)

اس آخری تحریر کے وقت تو شاید شیخ علی قاریؒ پر مرزا صاحب کی شخصیت منکشف ہو گئی تھی' مرزا صاحب انہی خزعبیلات کے ذریعہ مسیحیت و نبوت کا دعوئی کرتے ہیں اور انہی باطل خبروں سے لوگوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ اب تک پوری امت نے جو سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنفس نفیس تشریف لائیں گے' یہ غلط ہے' بلکہ اس سے مراد "مثیل مسیح" کی آمد ہے' اور وہ یہ خاکسار ہے۔

ہفت روزہ دورہ کی تقسیم : مرزا صاحب آگے فرماتے ہیں۔

"ان سات ہزار برس کی قرآن شریف' اور دوسری خدا کی کتابوں کی رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے' اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے' اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا' اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد ﷺ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے کھلنے کا اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے' جو قرون ثلٰثہ کے بعد شروع ہوتا ہے' اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے' اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور اصلاح اور تقوئی اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے۔" (ص ۴۰)

مرزا صاحب کی یہ سات روزہ تقسیم عقل و نقل کے خلاف محض خبط اور خام خیالی پر مبنی ہے۔

اولاً۔ قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ مضمون مستنبط نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کی طرف اس کو منسوب کرنا محض افترا علی اللہ ہے۔

ثانیاً"۔ دوسری خدا کی کتابوں میں اول تو یہ مضمون نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ پر ذبل جھوٹ ہے' علاوہ ازیں وہ سب کتابیں ایسی حالت میں ہیں کہ ان سے ایسے بڑے دعوے پر استدلال کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

ثالثاً"۔ دوسرے ہزار سال کو مرزا صاحب "شیطان کا زمانہ" بتاتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں بھی انبیاء علیہم السلام آتے رہے' مرزا صاحب کی تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ ایک ہزار سال تک خدا کی بات چلتی رہی' دوسرے ہزار سال میں خدا نے شیطان کو عنان حکومت سنبھال دی' اس طرح ہر ہزار سال کے بعد شیطان و رحمان کا تبادلہ ہوتا رہا۔ کیا کوئی عاقل اس کو تسلیم کرے گا؟؟

رابعاً"۔ پانچواں ہزار سال جس میں مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کی بعثت بتاتے ہیں۔ اس کے سات سو چالیس میں تو بقول ان کے تاریکی چھائی رہی کیونکہ آپؐ کی بعثت ۴۷۰۰ میں ہوئی تھی اور پونے تین سو سال کے بعد پھر تاریکی چھا گئی۔ اب غور فرمایئے' جس ہزار سالہ دور کا پون ہزار سال کفر و ضلالت کا گزرا ہو اس کو ہدایت کا زمانہ کہا جائے گا؟؟

خامساً"۔ قرون ثلٰثہ (تین صدیوں) کے بعد مرزا صاحب کے نزدیک پھر تاریک دور شروع ہو گیا تھا' کیا اس کے معنی وہی نہیں جو مغرب کے ملاحدہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام چند سالوں کے بعد ختم ہو گیا تھا۔

سادساً"۔ مرزا صاحب اپنے دور کو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ذکر کرتے ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب آنحضرت ﷺ کا دور ختم ہوا' چودھویں صدی سے اب مرزا صاحب کا دور شروع ہوتا ہے۔

سابعاً"۔ مرزا صاحب اپنے دور کو (جو چودھویں سے شروع ہوتا ہے) خیر و برکت' ایمان و یقین' صلاح و تقوئی' توحید و خدا پرستی اور نیکی و ہدایت کا دور بتلاتے ہیں' کیا دنیا کا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی آمد کے بعد ان چیزوں میں ترقی ہوئی؟ مرزا صاحب سے پہلے ایمان و تقوئی اور صلاح و ہدایت کا جو حال تھا۔ ان کے آنے کے بعد اس میں مزید انحطاط اور تنزل ہوا یا ترقی ہوئی؟ یہ زمانہ بہ نسبت گزشتہ زمانہ کے "خدا کا زمانہ" کیسے ہو گیا۔ کیا ستم ہے کہ جس دور میں ہزاروں اکابر اولیاء اللہ اور مجددین امت پیدا ہوئے اس کو شیطانی زمانہ کہا جائے اور جس زمانہ میں مرزا صاحب کے بقول اسی (۸۰) لاکھ مسلمان عیسائی ہوئے۔ اس کو خدا پرستی کا زمانہ قرار دیا جائے۔

یہ مرزا صاحب کی صرف ایک کتاب کی چند سطروں کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔ اسی نمونہ سے اندازہ کیجئے کہ مرزا صاحب کی مسیحیت نے اسلام اور مسلمانوں پر کیا کیا ستم ڈھائے؟ تاریخ کو کیسے مسخ کیا؟ قرآن کریم کو کیسے بگاڑا؟؟

تکمیل سخن کے لئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک کے دور کی تاریخ کا کوئی قطعی ذریعہ دنیا کے پاس نہیں ہے۔ تاہم مورخین نے ظن و تخمین کے ذرائع سے (جن میں بائبل کے مندرجات بھی شامل ہیں) یہ مدت قریباً چھ ہزار بتائی ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ دعوئی صحیح نہیں کہ آنحضرت ﷺ' آدم علیہ السلام سے ۴۷۰۰ برس بعد مبعوث ہوئے تھے' اسی طرح آنحضرت ﷺ کی بعثت قیامت کے مقارن واقع ہوئی ہے۔ اسی بنا پر آپؐ کا ایک اسم گرامی نبی الساعۃ بھی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ۔

"میری بعثت اور قیامت کے درمیان بس اتنا فاصلہ ہے۔"

لیکن اس کی ٹھیک مدت علامہ الغیوب کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ دعوئی کہ ان کی "بعثت" کے بعد ابھی دنیا کی زندگی ٹھیک ایک ہزار سال باقی ہے' قرآن و حدیث کی تکذیب کے مترادف ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بالکل قرب قیامت میں ہو گا' وہ چالیس سال زمین میں رہ کر انتقال کریں گے' مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس میں دفن کیا جائے گا۔ ان کے وصال کے بعد سات سال تک دنیا میں خیر و صلاح کا دور دورہ رہے گا' سات سال بعد ایک ہوا چلے گی جس سے تمام اہل ایمان کی وفات ہو جائے گی اور صرف اشرار الناس باقی رہ جائیں گے' ان پر قیامت قائم ہو گی۔

یہ علامات قیامت کا مختصر نقشہ ہے' جو صحیح احادیث میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا' اس سے جہاں مرزا صاحب کا دعوئی دنیا کی عمر کے بارے میں باطل ہو جاتا ہے' وہاں ان کا یہ دعوئی بھی غلط ہو جاتا ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والا "مسیح" وہی ہے۔

جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر

باقی ص ۱۲ پر

خلیل ملک

قادیانی سازش کی ایک جھلک

امریکی کیا چاہتے ہیں اور وہ قادیانیوں کو کس طرح آلہ کار بنا رہے ہیں

چند روز پہلے "دی نیوز راولپنڈی" میں ایک خبر قادیانیوں کے سربراہ کے بارے میں شائع ہوئی۔ خبر کا لب لباب یہ تھا کہ قادیانیوں کے سربراہ نے امریکہ میں وہاں کے متعدد سینیٹروں کی موجودگی میں خطاب کیا۔ پاکستان کو بدنام کرنے والی تمام باتیں کیں اور یہ خوشخبری سنائی کہ قادیانیوں نے اپنا بین الاقوامی ٹیلی ویژن نیٹ ورک قائم کرلیا ہے۔ اس موقع پر مسٹر یوسف ہارون گورنر سندھ محمود ہارون کے بھائی بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی قادیانیوں کے سربراہ کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا کہ پاکستان میں قادیانیوں کے حقوق پامال ہورہے ہیں اور قائد اعظمؒ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے وغیرہ۔ گویا قادیانی جو ہمیشہ پاکستان پر اپنا غلبہ قائم کرنے اور اس غلبے کا راستہ ہموار کرنے کے لئے پاکستان کو ایک بے دین ریاست بننے کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں، اب ایک بار پھر کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف پروپیگنڈے کی غرض سے ایک بین الاقوامی نیٹ ورک قائم کرنے میں کامیاب ہوجانا اور ختم نبوت پر ایمان رکھنے والوں کا ابلاغ میں ایسا نہ کرسکنا، ایسی صورتحال پیدا کرتا ہے کہ میرے سمیت آپؐ کی محبت کے تمام دعویداروں کو شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔ اس خبر سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ امریکی کیا چاہتے ہیں، وہ قادیانیوں کو کس طرح آلہ کار بنا رہے ہیں۔ پاکستان کے اندر کون ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے کام کررہا ہے اور اس غرض سے کتنے سیاسی اور مالی وسائل میسر کئے جاچکے ہیں۔

یہ خبر پڑھنے کے بعد میری ذاتی بے عملی کی برف بھی کسی حد تک پگھلی اور میں نے وہ خط و کتابت ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے ستراسی کروڑ مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جو اسلام آباد کے ایک قادیانی حمید اختر اور قادیانیوں کے نام نہاد چوتھے خلیفہ کے مابین ہوئی اور دین کی غیرت رکھنے والے بعض فوجی اور سول افسروں کے ہاتھوں سے ہوتی ہوئی مجھ تک پہنچی۔ اصلاً میں اس خط و کتابت کی روشنی میں ایک کتابچہ "قادیانی کیا چاہتے ہیں، سازش کے بنیادی نقوش" قلمبند کرنا چاہتا تھا، مگر رزق کے روزمرہ کے معاملات نے اس کی فرصت اور مہلت نہ دی۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ وقت آگیا ہے کہ اس ساری خط و کتابت سے ابھرنے والا نقشہ ملت کے روبرو پیش کردیا جائے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اس سے کون کون خفا ہوگا اور مجھ پر اور میرے خاندان اور بچوں پر کیا بیت سکتی ہے۔ لیکن جناب رسالت پناہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے مجھ سیہ کار کا ایک کلمہ گو کی حیثیت سے تعلق بے معنی ہوجائے، اگر میں اب بھی اپنے اہل و عیال کی فکر میں رہوں۔ یہ سب کچھ سرکار ﷺ کا ہے اور میں آپ ﷺ کے ناموس کے خلاف سازش پر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتا۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میرے پیش نظر صرف اکابرین امت کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا ہے۔ میری طرف سے حجت تمام ہوئی اور یہ بات جس تک بھی پہنچے وہ اپنے گریباں میں جھانک کر اپنا حساب خود کرلے کہ سرکار رسالت پناہ ﷺ سے تعلق کے ناطے سے اس کی ذمہ داری کیا بنتی ہے۔ اور اسے کیا کرنا چاہئے۔ حمید اختر قادیانی کا اسلام آباد سے ۳ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو لکھا گیا خط کسی تبصرے کا محتاج نہیں ہے۔ میری گزارش اتنی ہے کہ اس کے آئینے میں دوست اور دشمن کی پہچان کریں اور ملت کے مفادات کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، پیشتر اس کے کہ خاکم بدہن پانی سر سے اونچا ہوجائے۔ خط کا متن یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے حضور!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کا اور آپ کی اطاعت میں خدمت دین کرتے ہوئے ہم سب کا ہروقت حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

چند روز قبل سے مختار اعوان صاحب بڑی پریشانی میں مبتلا ہیں۔ ہم اخباروں میں پڑھ رہے ہیں کہ پی پی پی کو بلیک میل کرنے کے لئے ملتان میں کیس بنا کر اعوان صاحب کو گرفتار کرنے کی مہم لگی ہوئی ہے اور وہ کراچی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اسلام آباد تک آنا بھی مسئلہ بنا ہوا ہے۔

اس امر نے محترمہ کو بھی مخمصے میں ڈال دیا ہے۔ کوئی دس بارہ روز پیشتر فون پر اچانک نرگس نے ملنے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں فوری طور پر گیا۔ بات چیت ہوئی۔ کافی پریشان تھیں۔ کہنے لگیں کہ "جماعت اسلامی پنجاب میں ان کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہے۔ پی پی پی اس کا حل چاہتی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو بلایا ہے کہ آپ بتائیں کہ آپ کی جماعت اس کا حل کیا سمجھتی ہے؟ اور آپ کی جماعت کس حد تک مدد کرسکتی ہے؟" میں نے کہا کہ ہماری مدد کی حد تو ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پی پی پی نے دیکھ لی تھی۔ اب ۲۰ برس کے حالات میں سے گزرنے کے بعد کہ جہاں ہمیں بھی بڑے تلخ تجربے ہوئے ہیں اور آپ کو بھی، تو دیکھنا یہ ہے کہ ان سب تجربوں کے بعد آپ ہم سے کس حد تک مدد لے سکتے ہیں؟ کیونکہ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ان حالات نے تو ہمیں انٹرنیشنل سطح پر اتنا مضبوط کردیا ہے اور اتنی قوت ہمیں مل گئی ہے کہ ہم ہر جگہ اس کا استعمال بہتر طریق سے کرسکتے ہیں۔ لیکن بات ساری آکر پی پی پی پر رکے گی کہ وہ حکومت ہاتھ میں ہونے کے باوجود ہمارے ساتھ ایک بار پھر کتنا تعاون کرسکتی ہے اور اس تعاون میں دیانت داری اور باہمی وفاداری کس حد تک ہوگی۔ کیونکہ ابھی تک تو وفاداری کے متعلق ہمیں یہی تجربہ ہوا ہے کہ یہ یکطرفہ صرف ہماری طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے جب تک محترمہ بے نظیر اس معاملہ کو پورا جائزہ لے کر ذہنی طور پر تیار نہ ہوجائیں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کسی سے کیا بات کی جائے اور کس حد تک تیار کیا جائے۔ ہاں مجھے پتہ ہے کہ اگر ہماری مدد لینے کے لئے پی پی پی نے صحیح فضا پیدا کردی اور اس پر ہمیں اطمینان ہوگیا تو پھر ہماری مدد پردے کے پیچھے سے ہی ایسی ہوگی کہ اگر پی پی پی نے ہمارے مشوروں پر اچھی طرح عمل کیا تو یہ انشاء اللہ زبردست طریق سے حاوی ہوجائیں گے۔

میری ساری گفتگو بہرحال اس رنگ میں تھی کہ جو میری ذاتی رائے اور ذاتی صلاح مشورہ سمجھا جائے۔

نرگس نے کہا "ہم اس پر بڑی سنجیدگی اور فکر سے سوچ رہے ہیں۔ اس لئے آپ مشورہ کرکے اور سوچ کر موٹے موٹے نکات لکھ دیں۔ تاکہ میں محترمہ بے نظیر سے ابتدائی بات چیت کرلوں۔ لیکن اس کا ذکر کسی بھی تیسرے آدمی سے نہیں ہونا چاہئے۔" چنانچہ میں نے مکرم و محترم شیخ عبدالوہاب صاحب سے اور محترم سید توقیر مجتبیٰ صاحب سے ابتدائی مشورہ کیا۔ پروگرام یہی بنا کہ اگلے روز میں محترم وہاب صاحب کے ساتھ ہی ربوہ جاؤں اور اکٹھے مل کر وہاں اکابرین سے مشورہ کریں اور ہدایت لیں۔ چنانچہ اگلے روز محترم شیخ عبدالوہاب صاحب، محترم چودھری علیم الدین صاحب اور خاکسار، ہم ربوہ گئے اور صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے اس امر پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وہاں پر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب اور محترم سلطان محمود انور صاحب بھی موجود تھے۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے فرمایا کہ ان لوگوں (پی پی والوں) سے رابطہ کے لئے ضروری ہے کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جائے۔ میں نے عرض کی کہ

رابطے تک تو حضور نے خاکسار کو بذریعہ خط ہدایت فرمائی ہوئی ہے۔ اس لئے اسلام آباد میں وہ تو حضور کی ہدایت کے بغیر ہم نہیں چل رہے۔ اور اس سلسلہ میں محترم وہاب صاحب بھی ہروقت پوری طرح باخبر ہیں لیکن رابطے سے آگے جو پی پی پی کی نرگس نے (بقول اس کے ان کے اعلیٰ لیڈروں کی طرف سے) جو تجویز دی ہے کہ جماعت اسلامی کے متعلق فوری طور پر مہم چلانے کے لئے ہم کیا مدد دے سکتے ہیں؟ یہ معاملہ اسلام آباد میں ہمیں جو ہدایت ہے' اس سے آگے نظر آتا ہے۔ اور ہروقت کی فوری ہدایت کے لئے آپ سے بھی مستقل رابطہ کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے حاضر ہوئے تھے کہ آپ مرکز میں حضور سے اگر ہدایت حاصل کرلیں تو اگر یہ بات آگے چلتی ہے تو پھر اس کی مزید ڈیولپمنٹ میں وقت نہ ہوگی۔

گفتگو خاصی تفصیلی ہوگئی۔ فرمانے لگے کہ فی الحال ان سے پوچھیں کہ یہ چاہتے کیا ہیں؟ اور ان کو تکلیف کیا ہے؟ دوسرے ان کو ہدایت دی جائے کہ یہ بڑے بڑے شہروں میں اتنے وسیع اخراجات کے ساتھ جلسے کرنے کی بجائے دیہاتوں کی طرف توجہ دیں اور وہی پیسہ دیہاتوں میں بہتر رابطے پر خرچ کرکے اپنی پوزیشن بہتر بنائیں۔ جماعت اسلامی میں پی پی پی کے آدمی داخل کریں کیونکہ وہ اپنے آدمی پی پی پی میں داخل کررہے ہیں۔ ایم کیو ایم کراچی مودودیت کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے انہیں Encourage کریں۔ پی پی پی والے پروگرام بنانے سے پہلے ہی اس پروگرام پر شور مچانے لگ جاتے ہیں' جس سے ان کے دشمن ان سے زیادہ تیار ہوجاتے ہیں۔ اس لئے انہیں اپنا رویہ بدلنا چاہئے اور کام کی پوری پوری تیاری تک باہر بات تک نہیں کرنی چاہئے۔

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی تجویز تھی کہ انہیں سمجھایا جائے کہ جداگانہ انتخاب کے طریق کو جلد از جلد بدل کر مخلوط انتخابات کا طریق لائیں۔ اس میں ہندوؤں' عیسائیوں کو فالتو سیٹیں دے دیں۔ لیکن مخلوط انتخابات کی صورت میں احمدی اسی وقت سے پی پی پی کی زیادہ موثر طریق سے مدد کرسکیں گے۔

چنانچہ واپسی پر محترم وہاب صاحب کی زیر قیادت ہم نے اس پر تفصیلی گفتگو کی اور پھر میں نے نرگس سے رابطہ کیا۔ چنانچہ ان کے بنگلے پر میری ان سے کوئی دو گھنٹے کی تفصیلی گفتگو ہوئی اور میں نے انہیں اپنی "ذاتی" ملاقاتوں سے اخذ کئے ہوئے نتائج سے اپنی بنائی ہوئی "ذاتی" رائے ان کو بتائی۔ جس میں یہ سارے نکات ان کو بتا دیئے (کیونکہ میری حقیر رائے میں جب تک بات کوئی کنکریٹ شکل اختیار نہ کرے میں سمجھتا" اسے اپنی ذاتی حیثیت ہی میں رکھوں تاکہ ذمہ داری مجھ تک ہی محدود ہو نہ کہ جماعت پر ہو)۔

نرگس نے خواہش ظاہر کی کہ میں انہیں ابتدائی گفتگو (محترمہ بے نظیر صاحبہ کے ساتھ) کے لئے Points لکھ دوں۔ جس پر کچھ نہ لکھا ہو کہ کس کی طرف سے ہیں اور وہ ان Points کو محترمہ کو سنا کر ان سے ہدایات لیں گی۔ اور اس کے بعد آگے چلا جائے۔ چنانچہ میں نے اگلے ہی روز Points بنا کر انہیں پہنچا دیئے۔ ملا کے بارے میں قرآن و حدیث کے چند حوالے خاص طور پر دے دیئے تاکہ ملا کے خلاف اور جماعت اسلامی کے خلاف مہم جوئی کا پروگرام بناتے ہوئے انہیں جرات ہو کہ کوئی بات نہیں' ملاؤں سے مقابلے کے لئے قرآن و حدیث سے بھی کافی مواد ملتا ہے۔ اور ملا اپنی مخالفت کو Anti Islamic کا لیبل نہیں لگا سکتا بلکہ یہ مخالفت / مہم جوئی عین Islamic ہوگی۔

نرگس کی ملاقات محترمہ سے کوئی دس اکتوبر ۸۹ء کے لگ بھگ ہوگی۔ اگر اس کے بعد ان نکات پر عمل کرنے کی منظم طریق سے فوری ضرورت پڑی تو اس کے لئے ہماری حقیر رائے میں پہلے سے حضور کی ہدایات کے مطابق ایک سیل (Cell) بن جائے تاکہ وہ یکدم Operative ہوجائے کیونکہ یہاں دوڑ وقت کے خلاف لگی ہوئی ہے۔
(Race Against the Time)

اس لئے ہم کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہیں گے۔ اس لئے ہم حضور کی ہدایت کے منتظر ہیں۔

جو نکات نرگس کو دیئے گئے ہیں' ان کی تفصیل / فوٹو کاپی لف ہذا ہے۔

والسلام

خاکسار۔ حمید اختر۔

اس خط کے جواب میں مرزا طاہر احمد کا لندن سے جواب بھی پڑھ لیجئے۔

محترم عزیزم حمید اختر صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

اپ کا خط موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے بچائے اور ابتلاؤں سے دور رکھے اور کاروبار ترقی پائے اور بچے دین کے خادم ہوں۔

والسلام

خاکسار

دستخط مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

اور آخر میں چیف ایڈیٹر خبریں کے نام ایک پیغام۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ آخر میں اپنی طرف سے نوٹ دے دیں کہ اس کالم کی اشاعت کے بعد کالم نگار کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ دار سیاسی حکومت اور قادیانی ہوں گے۔

آپ کا بھائی۔ خلیل ملک۔

(بشکریہ روزنامہ خبریں ۲۵ر اکتوبر ۹۴ء)

●●

بچے اور مسجد کا ادب و احترام

مفتی عبدالرؤف صاحب' دارالعلوم کراچی

پیارے بچوں سے پیاری باتیں

لو دیکھو بچو' لو پڑھو بچو اور پڑھ کر عمل کرو بچو!! جو بچے نیک ہوتے ہیں' وہ بہت اچھے ہوتے ہیں' وہ اچھی باتیں سن کر عمل کرتے ہیں' اور نیک کہلاتے ہیں۔ اور جو بچے برے ہوتے ہیں' وہ نہ اچھی باتیں سنتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں' اس طرح وہ برے ہی رہتے ہیں۔

لہٰذا بچو! نیک بنو' نیک کام کرو' اچھے بنو اور اچھے کام کرو!! جو بچے نیک کام کرتے ہیں اور اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ بھی ان سے بہت خوش ہوتا ہے۔

آؤ بچو! تم کو ایک اچھی بات بتاؤں۔ دیکھو بچو! مسجد نماز پڑھنے کی جگہ ہے' عبادت کرنے کی جگہ ہے۔ اللہ اللہ' سبحان اللہ' الحمدللہ' اللہ اکبر پڑھنے اور کلام پاک پڑھنے کی جگہ ہے۔

پیارے بچو! جب مسجد میں آؤ' خاموشی سے نماز پڑھو اور خوب اچھی طرح نماز پڑھو' نماز میں ادھر ادھر مت دیکھو۔

بچو! جب نماز پڑھ کر فارغ ہوجاؤ تو خالی مت بیٹھو' باتیں نہ کرو بلکہ درود شریف یا استغفار یا کلمہ طیبہ یا مذکورہ کلمات پڑھتے رہو۔

پیارے بچو! مسجد جنت کا باغ ہے' اور سبحان اللہ' الحمدللہ اس کے پھل ہیں' ہمارے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

"جب تم جنت کے باغات پر گزرو تو اس کے پھل کھاؤ۔ آپ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مساجد (جنت کے باغات) ہیں۔ پھر عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے پھل کھانے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کلمہ پڑھنا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا (ترمذی)۔

لہٰذا بچو! جب مسجد میں آؤ' اس ارشاد کو یاد رکھو۔ اس پر عمل کرو اور خوب ثواب حاصل کرو اور اپنے پیارے پروردگار کو راضی کرو۔ بچو اپنے خالق اور مالک کو خوش کرنا ہماری زندگی کا اصلی مقصد ہے۔ پیارے بچو! یہ اصلی مقصد کبھی نہ بھولنا۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھنا' اس کو ہمیشہ یاد رکھنا۔

پیارے بچو! ایک بات اور سنو! جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے۔ نماز' ذکر' اور قرآن کریم پڑھنے کی جگہ ہے تو بس مسجد میں یہی کام کرنے چاہئیں۔

بچو! مسجد کھیلنے' شور و غل مچانے' دوڑنے بھاگنے' لڑنے جھگڑنے' ہنسنے ہنسانے اور دنیا کی باتیں کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ مسجد میں ان ساری باتوں سے بہت ہی بچنا چاہئے۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

ابوالحسن منظور احمد شاہ آسی' مانسہرہ

باتیں انکی یاد رہیں گی

شاہ جیؒ جیسے لوگ صدیوں بعد آتے ہیں جب آتے ہیں تو اپنی مثال آپ چھوڑ جاتے ہیں

علامہ اقبال مرحوم نے خدا جانے کن حالات میں' کس کے بارے میں یہ شعر کہا ہوگا' اس وقت دلی کیفیت کیا ہوگی؟

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس شعر کا مصداق بطریق احسن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی ہیں۔ شاہ جیؒ جیسے لوگ صدیوں کے بعد آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو اپنی مثال آپ چھوڑ جاتے ہیں۔ میں آج کی اس نشست میں شاہ جیؒ کی ظرافت' حاضر جوابی' برجستگی اور شاعری کے بارے میں تحریر کروں گا۔ مجاہد ملت' بابائے جمعیت مولانا غلام غوث ہزارویؒ مجلس احرار اسلام کے قافلہ سالاروں میں شامل ہیں' امیر شریعتؒ سے اسی بنا پر گہرے تعلقات تھے۔ مولانا ہزارویؒ ہر جگہ' ہر اسٹیج پر تقسیم ملک سے قبل امیر شریعتؒ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ پشاور میں احرار کانفرنس تھی۔ احرار رہنما جمع تھے۔ امیر شریعتؒ بیمار ہوگئے۔ مولانا ہزارویؒ نے سلاجیت کی گولیاں دیں۔ شاہ جیؒ نے استعمال کیں۔ بخار ٹوٹ گیا۔ پسینہ آگیا۔ گولیاں کھلانے سے قبل مولانا ہزارویؒ نے شاہ جیؒ سے کہا تھا کہ یہ کرنجوا ہے کھالیں۔ شاہ جیؒ نے کھا لیں۔ جب ٹھیک ہوگئے تو مولانا ہزارویؒ کو مذاق سوجھا حضرت ہزارویؒ جا کر کہنے لگے حضرت یہ جو گولیاں آپ کو کھلائی گئی ہیں' پتہ ہے کہ فارسی میں ان کو کیا کہا جاتا ہے۔ شاہ جیؒ نے فرمایا نہیں مجھے تو کوئی پتہ نہیں۔ مولانا ہزارویؒ نے کہا حضرت! یہ تو "خایہ ابلیس" تھا۔ شاہ جیؒ نے سن کر فرمایا کہ آپ نے تو پہلے کہا کہ یہ "کرنجوا" ہے اور اب کچھ اور کہتے ہیں کوئی بات نہیں ہے اس کا بدلہ چکاؤں گا۔ چنانچہ اس پر امیر شریعتؒ نے ایک رباعی تحریر فرمائی۔

حضرت غوث ہزارہ کے حکیم حاذق
جو کہ بیماروں سے کم فیس لیا کرتے ہیں
اب یہ معلوم ہوا کہ بخاروں میں حضور
کشتہ خایہ ابلیس دیا کرتے ہیں

شاہ جیؒ لکھ رہے تھے کہ مولانا ہزارویؒ نے دیکھ لیا اور جا کر کاغذ جھپٹ کر چھین لیا۔ جب پڑھا تو مولانا نے حضرت شاہ جیؒ سے درخواست کی کہ یہ کسی کو نہ بتائیں لیکن جب سارے احرار رہنما جمع ہوئے تو شاہ جیؒ نے اٹھ کر وہ سنا دی اور تمام حاضرین اس سے محظوظ ہوئے اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ مجلس احرار اسلام کی ہری پور اور اکوڑہ خٹک میں کانفرنس تھی۔ ہری پور سے فراغت کے بعد اکوڑہ خٹک گئے۔ رات کے بعد جب صبح ہوئی تو مولانا غلام غوث ہزارویؒ باہر آئے۔ امیر شریعتؒ نے مولانا سے پوچھا کہ باہر قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ کوئی ایسی جگہ ہے جہاں انسان فارغ ہوجائے۔ مولانا ہزارویؒ نے کہا کہ میں باہر گیا تھا۔ اوپر چادر کرکے فارغ ہو کر آگیا۔ آپ بھی اسی طرح کریں۔ امیر شریعتؒ باہر گئے تو وہاں کھلی فضا تھی کوئی جگہ یا اوٹ نہ تھی۔ واپس آگئے اور مولانا ہزارویؒ سے کہا کہ آپ نے تو میرے ساتھ چمگادڑ والا معاملہ کیا ہے۔ دن کے وقت چمگادڑ کا مہمان آگیا۔ مہمان نے دیکھا کہ چمگادڑ درخت کے ساتھ الٹا لٹکا ہے۔ چمگادڑ سے مہمان نے کہا میں کہاں رہوں تو چمگادڑ نے اپنی لٹک مٹک دکھا کر کہا جیسے میں درخت کے ساتھ الٹا لٹکا ہوا ہوں تو بھی اسی طرح لٹک جا۔ امیر شریعتؒ نے یہ بات سنانے کے بعد اس کو نظم میں لکھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

ہری پور ہزارہ کے جلسہ کے بعد
یہ آرڈر ملا جیش احرار کو
کہ جانا ہے تم کو اکوڑہ خٹک
یہ فرمان سنتے ہی سب سرخ پوش
باانداز خاص و بجوش و خروش
روانہ ہوئے سوئے رود اٹک
ہوئی شام اور سرخ پوش آگئے
اٹک پر برنگ شفق چھا گئے
دیئے سب نے بکس اور بستر پٹک
کسی کو جو فطری تقاضا ہوا
مودب وہ اس طرح گویا ہوا
کہ دوں اپنی بوری کو کس جا جھٹک
یہ فرمایا اٹھ کر کے اک خان نے
اس اک محترم اور ذیشان نے
بشان خصوصی قوم خٹک
خو تم نے سنا ہے وہ شپر کا بات
جو اس نے کہا اپنے مزمان سے
دکھا کر کے اپنی لٹک اور مٹک
یہاں ٹٹی مٹی کا حاجت نہیں
جہاں ہم لٹکتا ہے تو بھی لٹک

جب یہ نظم امیر شریعتؒ نے لکھی تو مولانا ہزارویؒ نے لکھتے وقت دیکھ لیا۔ فوراً پاس گئے۔ جب پڑھی تو حضرت ہزارویؒ نے امیر شریعت سے کہا کہ یہ کسی کو نہ دکھائیں لیکن امیر شریعت نے تمام حاضرین کو سنا دی۔ سب حضرات نے جب یہ سنی تو ہنس ہنس کر پیٹ میں بل پڑ گئے۔

مشہور شاعر جگر مراد آبادی کی امیر شریعتؒ سے دوستی تھی۔ جگر مرحوم نے ایک شعر پڑھا اور کہا کہ شاہ جیؒ میں نے یہ نظم لکھی ہے اور اس میں مجھے یہ شعر بہت پسند ہے۔

ملیں اس لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں

امیر شریعتؒ نے فرمایا کہ جگر صاحب میرا ایک شعر بھی سن لیں۔ جو میں نے کہا ہے۔ مجھے وہ بہت پسند ہے۔ شاید آپ کو بھی پسند آجائے۔ وہ شعر یہ ہے۔

چمن کو اس لئے مالی نے اپنے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

جگر مرحوم نے جب یہ شعر سنا تو تڑپ اٹھے اور کہا کہ حضرت میرا پورا دیوان لے لیں اور یہ شعر مجھے دے دیں۔ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ آپ یہ شعر ویسے ہی لے لیں' دیوان کی ضرورت نہیں ہے۔

امیر شریعتؒ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ غنیمت کنجاہی مشہور فارسی شاعر نے پنجاب کی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے فارسی نظم میں بہت خوبصورت تعریف کی۔ شاہ جیؒ پنجاب کے نوابوں' جاگیرداروں' چودھریوں سے نالاں تھے۔ کیونکہ ان لوگوں نے انگریزوں کی خوشامد' کاسہ لیسی کی اور صلے میں بڑی بڑی جاگیریں حاصل کیں۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوئ نبوت کیا۔ وہ بھی پنجاب کا تھا۔ اس کے علاوہ پنجاب کے بڑے بڑے پیروں نے بھی انگریز کی وفاداری کی۔ اس بنا پر امیر شریعتؒ کبیدہ خاطر تھے۔ شاہ جیؒ نے پنجاب کی مذمت میں نظم لکھی۔ دونوں نظمیں قارئین کی دلچسپی کے لئے حاضر ہیں(بحوالہ بیس بڑے مسلمان ص ۸۸۱)

فیصل آباد۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکریٹری اطلاعات مولوی فقیر محمد نے صدر' وزیراعظم' گورنر پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانی مذہب کی تبلیغ روکنے کے لئے صوبہ پنجاب کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانیوں کو باہر نکالا جائے اور صوبائی وزیر تعلیم کی نااہلی و چشم پوشی کے پیش نظر کسی تجربہ کار ماہر تعلیم کو وزیر تعلیم مقرر کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ پنجاب کے سرکاری اسکولوں و کالجوں میں قادیانی اساتذہ نے قبضہ کر رکھا ہے اور قادیانی زنانہ' مردانہ ٹیچر اور لیکچرار و پروفیسر اپنی مرضی کے اسکولوں' کالجوں میں تبادلے کرا کر آ جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اب قادیانیوں کو کلیدی اسامی کالج پرنسپل اور اسکول ہیڈ ماسٹر بھی لگایا جا رہا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ قادیانی غیر مسلم خواتین کو زنانہ کالجوں میں

اسلامی قرآن پاک کی تعلیم دینے پر مامور کیا گیا ہے جبکہ دیہات کے اسکولوں میں قادیانی عورتوں اور مردوں کا راج ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم 'سیکریٹری' ڈی پی آئی قادیانیوں کے آگے بے بس ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ صوبائی وزیر اعلیٰ پنجاب بھی قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لے رہے ہیں اور حکمراں پارٹیوں کے ایم پی اے حضرات اسکول ماسٹروں کے کئی دفعہ تبادلے کراتے اور منسوخ کراتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ وفاقی حکومت بھی کوئی نوٹس نہیں لے رہی ہے۔

بقیہ: کیا یہ سچ ہے؟

ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ کراچی میں تخریب کاری کرنے والی قوتوں کی جانب سے انہیں مکمل تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اور ریاستی تحفظات تو انہیں پہلے ہی حاصل ہیں۔

کراچی کے لسانی اور مذہبی فسادات میں اس مرتبہ جدید ترین اسلحہ دیکھنے میں آیا ہے' یہ اسلحہ افغانستان کی جنگ میں استعمال ہونے والے اسلحہ سے بہت مختلف ہے اور اس کی ساخت بھی بالکل الگ ہے۔ اس سلسلے میں بعض حساس اداروں کے سرکردہ لوگوں سے سوالات کئے گئے لیکن ان کے جوابات غیر تسلی بخش تھے ایک انتہائی اعلیٰ عہدے دار نے اپنا نام مخفی رکھنے کی درخواست کرتے ہوئے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا کہ کراچی میں اسلحہ اب قبائلی علاقوں سے نہیں آرہا بلکہ کراچی کے ساحلوں پر لنگر انداز ہونے والے غیر ملکی جہازوں کا عملہ مقامی لوگوں کے تعاون سے اسمگل کررہا ہے۔ یہ اسلحہ ان غیر ملکی جہازوں سے اترنے والے سامان اور مختلف اشیاء کی پیکنگ میں رکھ کر پورٹ سے باہر پہنچایا جاتا ہے پہلے مرحلہ میں یہ اسلحہ بندرگاہ کے قریب رہائشی بستیوں میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں کلفٹن کی ساحلی بستی شیریں جناح کالونی کا نام کئی زبانوں پر آتا ہے جہاں تکمیل قانون نافذ کرنے والے ایک ادارے کے ذمہ دار افسر پوری کوشش کے باوجود چھاپہ مارنے کی اجازت نہ لے سکے ہیں۔ اس غیر ملکی ساخت کے اسلحہ کی قیمت نہایت کم ہوتی ہے لہٰذا غیر قانونی طور پر اسلحہ کی تجارت کرنے والے باشندے جن کی رہائشیں بلدیہ ٹاؤن' ماری پور اور ہاکس بے کے قریب رہائشی بستیوں میں ہیں جہاز کے عملہ سے بھاری مقدار میں شراب اور اسلحہ خرید کر شہر میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ تمام معاملات اکثر حساس اداروں کے علم میں ہیں لیکن وہ نامعلوم مصلحتوں کے باعث اس خطرناک معاملہ سے صرف نظر کررہے ہیں۔ کئی علاقوں میں پولیس کو اعلیٰ حکام کی جانب سے یہ ہدایت بھی کردی گئی ہے کہ وہ علاقہ کے تخریب کاروں پر ہاتھ ڈالنے سے گریز کریں۔ اس بات کو تقویت اس بات سے بھی پہنچتی ہے کہ بدامنی والے بہت سے علاقوں میں جہاں تخریب کاری' قتل وغارت ایک منصوبہ بندی سے ہورہی ہے پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے مداخلت سے گریز کررہے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ ہدایت پولیس اہلکاروں کی جان کی حفاظت کے پیش نظر کی گئی ہو لیکن شہریوں کے جان ومال کے تحفظ پر مامور اہلکاروں کا یہ حال ہوجائے تو شہری بے چارے کس شمار و قطار میں آئیں گے' اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ (بشکریہ تکبیر)

بقیہ: بچے اور آداب مسجد

مسجد بہت پاکیزہ اور مقدس جگہ ہے۔ مسجد کا بہت ادب کرنا چاہئے اور احترام کرنا چاہئے اور مسجد کا ادب واحترام یہی ہے کہ اس میں خاموشی سے نماز پڑھیں' تسبیح پڑھیں' تلاوت کریں' شوروغل نہ مچائیں' ایک دوسرے کو دھکے نہ دیں' دنیا کی باتیں نہ کریں۔

عزیز بچو! مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا' شوروغل مچانا بہت ہی بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک فرشتے بھی اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لو سنو!!

جب کوئی شخص مسجد میں دنیا کی باتیں شروع کرتا ہے تو فرشتے پہلے کہتے ہیں اسکت یاولی اللہ یعنی اے اللہ کے ولی چپ رہ!

پھر بھی خاموش نہیں ہوتا' باتیں ہی کرتا رہتا ہے تو وہ کہتے ہیں اسکت لعنۃ اللہ علیک یعنی تجھ پر خدا کی لعنت ہو چپ رہ۔

لو بچو! اور پڑھو!

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھالیتی ہیں' جس طرح آگ لکڑیوں کو کھالیتی ہے اور جلا کر بالکل ختم کردیتی ہے۔

جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے نیک اعمال ختم کردیتے ہیں۔

بچو! اب تمہیں معلوم ہوگیا کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کتنی بری بات ہے اور بری باتیں وہی بچے کرتے ہیں جو برے ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! تم ہمیشہ اچھے کام کرو اور اچھے بنو' برے کام مت کرو اور برے مت بنو' مسجد کا احترام کرو' مسجد میں خاموش رہو اور خاموشی سے عبادت کرو۔ اللہ پاک ہم سے اور تم سے راضی ہو آمین۔

بقیہ: یاد رفتگاں

کے اسٹیشن پر طلبہ پر ظلم وتشدد کا واقعہ رونما ہوا اور تحریک کا آغاز ہوگیا۔ پھر تو مرزائیوں کی شامت آگئی۔ پورے ملک کی طرح کوٹ عبدالمالک میں بھی تحریک کا آغاز ہوگیا۔ سوشل بائیکاٹ کی تحریک اتنی کامیاب ہوئی کہ کوٹ عبدالمالک کے قادیانیوں نے کوٹ عبدالمالک چھوڑنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ چند ہی روز میں کوٹ عبدالمالک ان مرتدوں سے پاک ہوگیا۔ جامع مسجد صدیقی ایک مینار والی کے نام سے اور حضرت مولانا محمد صابر کے نام سے گرد و نواح میں رہنے والے مرزائی آج بھی مرعوب ہیں۔ مولانا نے اپنے بعد چھ صاحبزادے' تین صاحبزادیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑی ہیں۔ الحمدللہ تمام اولاد حافظ قرآن ہے' دو داماد عالم دین اور حافظ قرآن ہیں۔ ایک صاحبزادہ مولانا عبدالحق حرم مکہ میں مدرس ہیں۔

آپ ۱۸ر جنوری ۱۹۸۶ء میں اس دنیائے فانی سے رحلت کرگئے۔ خداوند قدوس مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزار فرماکر جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ (مرسلہ محمد عبدالرحمٰن عابد' سرکلر روڈ لاہور)

بقیہ: زندگی کا امتحان

کہاں تک اس کے علم کے مطابق ہے۔

ایک فریضہ یہ ہے کہ انسان علم حاصل کرے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھائی علماء کے وعظ نہ سنا کرو' مسئلے جان لینے کے بعد عمل نہ کیا تو گناہ گار ہوجاؤ گے۔ یہ سخت نادانی کی بات ہے' علم حاصل نہ کرنا بجائے خود ایک جرم ہے۔ یہ سوال گزر چکا کہ تم نے عمر کن کاموں میں کھپائی' اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ تم نے اپنی عمر کو تحصیل علم میں لگایا یا جہالت میں گنوا دیا۔ دوسرا فریضہ یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ جاہل وعالم ہر شخص سے یہ سوال ہوگا اور کوئی نہیں جو اس سوال کا جواب دیئے بغیر آگے بڑھ سکے۔

یہ ہیں زندگی کے اس امتحان میں پوچھے جانے والے پانچ سوالات' امتحان کی اہمیت اور نزاکت تو آپ جانتے ہی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ممتحن ایسا نہیں جسے دھوکا دیا جاسکے' نہ سفارش چلے گی نہ نقل' یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب ہم ایک ڈپٹی کمشنر اور گورنر کے سامنے بات کرتے ہوئے ہکلانے لگتے ہیں تو جس کے سامنے بڑے بڑے گورنروں اور بادشاہوں کی حیثیت ایک مکھی اور مچھر سے بھی کمتر ہے اس کے سامنے زبان کہاں تک ہمارا ساتھ دے گی؟ یہ تو اس کا کرم ہے کہ اس نے پرچہ پہلے ہی آؤٹ کردیا۔ پڑھانے والا بھی محمد ﷺ جیسا عطا فرمایا اور پھر اسے حل کرنے کے لئے زندگی کی مہلت بھی بخش دی' بدنصیب ہے وہ جو اس کے باوجود اس بڑے امتحان میں ناکام رہے؟ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بدنصیبوں میں شامل نہ فرمائے۔

بقیہ: آپ کے مسائل

سے بہت دور ہے۔ دس دنوں کے بعد اپنے گھر آتا ہوں۔ دو دنوں کے بعد پھر چلا جاتا ہوں۔ میری بیوی نماز بھی نہیں پڑھتی ہے اور قرآن شریف کی تعلیم سے بھی محروم ہے۔ میں نماز پڑھنے کو کہتا ہوں تو پتہ نہیں کیا کیا عذر بیان کرتی ہے۔ باقی قرآن شریف میں نے اس کو نہیں پڑھایا ہے کیونکہ اگر گھر میں بیٹھ کر تعلیم دیتا ہوں تو گزارا کہاں سے کریں۔ آج کل گھر کے خرچ بہت بڑھ گئے ہیں۔ تنخواہ کے سوا گھر کا خرچ کہاں سے لائے اور اپنے گاؤں میں سب غریب لوگ ہیں۔ وہ تنخواہ نہیں دے سکتے ہیں۔ کیا میری بیوی کی بے دینی کا یا نماز نہ پڑھنے کا مجھ پر عذاب ہوگا؟

جواب: اگر ان کی تعلیم و تادیب میں کوتاہی کرتے ہیں تو آپ پر بھی ذمہ داری آئے گی۔ واللہ اعلم۔

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M.160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی "دارالمبلغین" کے زیر اہتمام

پندرہ روزہ سالانہ "رد قادیانیت کورس"

۱۵ر شعبان تا ۳۰ر شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶ر جنوری تا ۳۱ر جنوری ۱۹۹۵ء
بمقام مدرسہ و دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) ضلع جھنگ

○ عالمی مجلس کی مجلس عمومی نے اس سال فیصلہ کیا کہ سالانہ "رد قادیانیت کورس" صدیق آباد (ربوہ) میں ہوگا۔

○ اس کورس میں ممتاز علماء کرام' مناظرین اسلام' اسکالر حضرات لیکچر دیں گے۔

○ اس کورس میں شریک حضرات کو رہائش' خوراک' کاپی پنسل کے علاوہ عالمی مجلس کی کتب کا منتخب سیٹ اور ڈیڑھ صد روپیہ نقد وظیفہ دیا جائے گا۔

○ کورس میں شرکت کے لئے علماء' خطباء' دینی مدارس کے سال چہارم سے اوپر کے طلباء' انڈر میٹرک یا اس سے اوپر کے اسکولوں و کالجوں کے اسٹوڈنٹس' سرکاری و غیر سرکاری ملازمین اور جدید تعلیم یافتہ حضرات درخواستیں بھجوا سکتے ہیں۔

○ ہر روز چار وقت کلاسیں لگیں گی۔ ۱۔ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ۔ ۲۔ آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے دن۔ ۳۔ بعد از ظہر تا عصر۔ ۴۔ مغرب یا عشاء کے بعد دو گھنٹے (گویا ہر روز نو سے دس گھنٹہ تک تعلیم ہوگی)۔ جسمانی ورزش و تعلیم دفاع عصر تا مغرب علاوہ ازیں ہوگی۔

○ اس کورس میں شریک ہونے والے حضرات کو دلائل و براہین سے پندرہ روز میں اتنا مسلح کر دیا جائے گا کہ وہ چلتے پھرتے ختم نبوت کاز کے مبلغ و مجاہد ثابت ہوں گے۔

○ عالمی مجلس کے اس تاریخ ساز فیصلہ پر عملدر آمد کرنا ہر مسلمان' تمام مقامی جماعتوں' مبلغین حضرات و اراکین شوریٰ و اراکین مجلس عمومی کا فرض اولین ہے۔

○ دینی مدارس کے مہتمم حضرات و شیوخ حدیث سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس مہم میں عالمی مجلس کی سرپرستی فرمائیں۔

○ تمام رفقاء آج سے محنت شروع کریں۔ رفقاء کو اس غنیمت موقع سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تیار کریں۔ ان کی فہرستیں بنائیں اور سادہ کاغذ پر جملہ کوائف کے ساتھ ان کی درخواستیں ذیل کے پتہ پر ملتان بھجوائیں۔

○ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا لازمی ہے۔

الداعی :۔ عزیز الرحمٰن جالندھری' مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مرکزی دفتر۔ حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون نمبر۔۴۰۹۷۸